31 جولائی تا 6 اگست 2008ء / 27 رجب تا 3 شعبان 1429ھ

... تیری کون سی کل سیدھی
اللہ کی وسعتِ رحمت
ذمہ دار کون؟ عوام یا لیڈر
بوسنیا و ہرزیگوینا کا دورِ غلامی
سزائے موت کا خاتمہ، انسانیت دشمنی
یورپی خواتین میں اسلام کی مقبولیت
کیا وہ عافیہ صدیقی ہے؟
دعوتی وتربیتی سرگرمیاں
عالم اسلام

داعیٔ حق کی ذمہ داری

جہاں تک ایک داعی حق کا تعلق ہے وہ اس مسئلہ پر بالکل غور نہیں کرتا، اور نہ اسے غور کرنا چاہیے کہ لوگ اس کی دعوت پر کان دھریں گے یا نہیں اور نہ اس فکر میں وہ سر کھپاتا اور نہ اس کو سر کھپانا چاہیے کہ زمانہ اس کی دعوت کے لیے سازگار ہے یا ناسازگار۔ وہ لوگوں کے ردّ و قبول، اپنی کوششوں کی کامیابی اور ناکامی اور دعوتِ حق کے انجام کے متعلق ایک بار یہ فیصلہ کر کے کہ اس امر کا تعلق اس کی ذات سے نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے، بالکل مطمئن ہو جاتا ہے۔ وہ صرف اس بات پر غور کرتا ہے کہ خود اس کا اپنا فرض کیا ہے اور جب یہ طے کر لیتا ہے کہ وہ اس مقصد کی دعوت دے جس کو وہ حق یقین کر رہا ہے اور جو اس کے خیال میں تمام دنیا کے لیے یکساں مفید ہے، تو یہ طے کر چکنے کے بعد وہ اس تردّد میں نہیں پڑتا کہ لوگ اس کی دعوت کو قبول کرنے کے بارہ میں اپنا فرض پورا کریں گے یا نہیں اور اللہ تعالیٰ اس دعوت کو دنیا میں برپا کرے گا یا نہیں۔

جہاں تک لوگوں کے ردّ و قبول کا تعلق ہے وہ اس کی دعوت کو قبول کریں یا نہ کریں، دونوں صورتوں میں اس کی اپنی ذمہ داری بدستور قائم رہتی ہے۔ اگر وہ قبول کریں گے تو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں کامیابی اور فلاح کی راہیں کھلیں گی اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ادائے فرض و دعوت کا اجر و ثواب حاصل کرے گا، اور اگر نہ قبول کریں گے تو اس کے ذریعہ سے لوگوں پر اللہ کی حجت پوری ہو گی اور داعی اللہ کے ہاں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش قرار دیا جائے گا کہ اس کا جو فرض تھا اس نے پورا کر دیا۔

دعوتِ دین

امین احسن اصلاحی

سورۃ الانعام

(آیات:149-150)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۞ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۞ ﴾

’’کہہ دو کہ اللہ ہی کی حجت غالب ہے۔ اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ کہو کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو بتائیں کہ اللہ نے یہ چیزیں حرام کی ہیں۔ پھر اگر وہ (آ کر) گواہی دیں تو تم اُن کے ساتھ گواہی نہ دینا اور نہ اُن لوگوں کی خواہشوں کی پیروی کرنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور (بُتوں کو) اپنے پروردگار کے برابر ٹھہراتے ہیں۔‘‘

اے نبی ﷺ کہہ دیجیے، پوری کی پوری حجت تم پر تمام ہو چکی۔ اللہ نے تم پر اتمام حجت کر دیا۔ معقول طریقے سے ہر طرح تمہیں بات سمجھا دی۔ (امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ’’حجۃ اللہ البالغہ‘‘ کا نام یہیں سے اخذ کیا ہے)

پس اگر وہ اللہ چاہتا تو تم سب کو آنِ واحد میں ہدایت پر لے آتا، تم سب کو ابوبکر صدیقؓ جیسا نیک بنا دیتا، لیکن اس نے دنیا کا معاملہ آزمائش کے لیے رکھا ہے۔ اُس نے موت اور زندگی بنائی، تاکہ تمہیں آزمائے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے۔

حلت وحرمت کے معاملے میں مشرکین کے خودساختہ فیصلوں کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اے پیغمبر، ان سے کہیے، ذرا لاؤ تو سہی اپنے وہ گواہ جو یہ گواہی دے سکیں کہ اللہ نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے۔ کہاں ہیں تمہارے گواہ؟ کیا کوئی کتاب، کوئی اور چیز یا کوئی علمی سند تمہارے پاس ہے؟ (اے نبی ﷺ) پس اگر یہ کٹ حجتی پر اتر آئیں اور کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں تو آپ اُن کے ساتھ شہادت مت دیجیے۔ اور اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے، جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا ہے۔ اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہی ہیں جو اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کو حساب کتاب کے وقت اللہ کے حضور پیش ہونے کا ڈر نہیں، اس لیے جس کو چاہتے ہیں اللہ کے برابر کر دیتے ہیں۔

فرمان نبوی

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ رکھنا چاہیے

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((اِذَا تَثَاوَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهٖ عَلٰى فِيْهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب کسی کو جمائی آئے تو اسے چاہیے کہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے، کیونکہ اس وقت شیطان چاہتا ہے کہ اندر داخل ہو جائے‘‘۔

تشریح: جمائی کو سستی کی علامت ہونے کے سبب ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے۔ چونکہ اس میں شیطانی دخل ہے، لہٰذا تعلیم دی گئی ہے کہ جب جمائی آئے، تو آدمی اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے، اور اس کے بعد استغفر اللہ پڑھے۔ چھینک کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ چھینک کے بعد طبیعت کچھ ہلکی ہو جاتی ہے اور قدرے فرحت محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے اسے پسندیدہ سمجھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جس بات پر اس کا شکر ادا کیا جائے اس میں مزید اضافہ فرماتا ہے۔ اس لیے چھینکنے والے کو الحمد للہ کہنا چاہیے۔

ادا ریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُونٹ رے اُونٹ ......

سیاسی سطح پر جتنا خوبصورت اور قابل تحسین آغاز 18 فروری کے انتخابات کے بعد ہوا تھا، پاکستان کی 61 سالہ تاریخ میں پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ عمومی طور پر انتخابات کے نتائج تمام جماعتوں نے قبول کر لیے۔ کسی بڑی سطح پر دھاندلی دھاندلی کا شور و غوغا نہ ہوا۔ اکثر جمہوری ممالک میں اصل مقابلہ دو بڑی جماعتوں میں ہوتا ہے۔ اگر کوئی ایک جماعت بھی فیصلہ کن اکثریت حاصل نہ کر سکے تو دونوں بڑی جماعتیں چھوٹی جماعتوں اور آزاد ممبران کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ جو بڑی جماعت سادہ اکثریت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے، وہ حکومت بنا لیتی ہے۔ لیکن پاکستان میں ایک شاندار مثال قائم کی گئی کہ خود بڑی دو جماعتوں نے باہم اتحاد بنا لیا اور دوسری پارلیمانی جماعتوں کو بھی اس میں شریک کر لیا، اور صورتِ حال ایسی بن گئی کہ قومی اسمبلی میں کوئی قابل ذکر جماعت ایسی نہ رہی جو حکومتی اتحاد میں شامل نہ ہو۔ آصف زرداری کی اس شاندار حکمت عملی کو ہر سطح پر خراج تحسین پیش کیا گیا کہ انہوں نے نواز شریف، اسفندیار ولی خان اور مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ کامیاب مذاکرات کر کے اکثریت میں ہوتے ہوئے بھی ایک طرح کی قومی حکومت قائم کر لی ہے۔ میاں نواز شریف نے آغاز میں یہ شرط رکھی تھی کہ وہ مشرف کے صدر ہوتے ہوئے وزارتوں میں نمائندگی حاصل نہیں کریں گے، البتہ حکومت کے اتحادی رہیں گے۔ بعد ازاں آصف زرداری کے اصرار پر انہوں نے اپنے موقف میں لچک پیدا کی اور وزارتوں میں اپنی جماعت کی نمائندگی پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔ یوسف رضا گیلانی وزیر اعظم منتخب ہوئے اور انہیں اعتماد کا ووٹ دلانے میں کل ایوان نے ایسی اعلیٰ سیاسی بصیرت کا اظہار کیا کہ دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں کو یقین نہ آیا کہ پاکستان جیسے سیاسی بیک گراؤنڈ رکھنے والے ملک میں وزیر اعظم کو اعتماد کا ووٹ نہ صرف حکومتی اتحاد بلکہ اپوزیشن بھی تالیاں بجاتے ہوئے دے رہی ہے۔

لیکن شومئی قسمت یا اجتماعی بدکرداری کا شاخسانہ کہیے کہ اس قوم کو خوشی کی ساعتیں اوّل تو بہت کم نصیب ہوئیں اور اگر کبھی ہو بھی گئیں تو بہت ہی مختصر عرصہ کے لیے۔ پھر نہ جانے کس کی نظر لگ جاتی ہے۔ حالات بد سے بدتر ہو جاتے ہیں۔ ہر گزرا ہوا دور جس کے حکمرانوں سے دعائیں مانگ مانگ کر نجات حاصل کی ہوتی ہے، وہ حاضر دور سے بہتر محسوس ہونے لگتا ہے۔ ابھی پارلیمانی جماعتیں نئے عقد کی خوشی کی ہنی مون منا رہی تھیں کہ دو بڑی جماعتوں نے قوم کو ایک اور بڑی خوشخبری دی۔ حکومت سازی کے 30 دن کے اندر معزول شدہ جج قومی اسمبلی میں قرارداد کے ذریعے بحال کر دیے جائیں گے۔ قوم نے صاد کر دیا۔ وکلاء خوشی سے جھوم اٹھے۔ اتحاد و اتفاق کی فضا قائم ہو گئی۔ خودکش حملے رُک گئے۔ یہاں تک کہ جرائم کی شرح میں کمی نوٹ کی گئی لیکن اسی دوران آسمانِ امریکہ سے باؤچر، پونٹے اور نہ جانے کون کون نازل ہونا شروع ہو گئے۔ تب سے آصف زرداری کے رنگ بدلنے لگے اور آج کی تاریخ تک انہوں نے گرگٹ کو شکست فاش دینے کا اعزاز حاصل کر لیا ہے۔ موصوف ابھی تک بے پیندے لوٹے کی طرح لڑھک رہے ہیں۔ پہلے 30 دن میں جج بحال کرنے کے وعدہ سے مکر گئے اور اگلی تاریخ 12 مئی مقرر کی گئی، وہ بھی گزر گئی۔ زرداری کے چہرے سے نقاب اترتا چلا گیا۔ حماقتوں اور جاہلانہ اقدامات کا ایک سلسلہ ہے جو رکنے میں نہیں آ رہا۔ گزشتہ دور میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ بے نظیر کے قتل کی تحقیقات اقوام متحدہ سے کروائی جائے۔ اگرچہ اپوزیشن کی حیثیت سے بھی یہ مطالبہ حب الوطنی کے تقاضوں سے متصادم ہے، لیکن خود حکومت حاصل کر کے بھی اندرونِ ملک ایک جرم کی تحقیقات کے لیے اقوام متحدہ کو دعوت دینا عجیب بھی ہے اور احمقانہ بھی۔ جس مشرف کو گالیاں دیتے پیپلز پارٹی کی زبانیں نہیں تھکتی تھیں، اسے قومی اثاثہ قرار دیا جانے لگا۔ ضمنی انتخابات کے التوا کا اعلان ہو گیا اور حکومتی بڑے خود پوچھتے رہے کہ یہ کس نے کیا۔ گندم کی فصل ماہِ اپریل میں آئی تو حکومت کے امدادی نرخ اتنے کم مقرر کیے گئے کہ گندم نے سرحدوں کی سمت سفر (باقی صفحہ 19 پر)

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

شمارہ		جلد
31	31 جولائی تا 6 اگست 2008ء / 27 رجب تا 3 شعبان المعظم 1429ھ	17

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 250 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا -------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

زمانہ

[بالِ جبریل]

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہوگا، یہی ہے اک حرفِ محرمانہ! — قریب تر ہے نمود جس کی، اُسی کا مشتاق ہے زمانہ!
مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں — میں اپنی تسبیحِ روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ!
ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جُدا جُدا رسم و راہ میری — کسی کا راکب، کسی کا مرکب، کسی کو عبرت کا تازیانہ!
نہ تھا اگر تو شریکِ محفل، قصور میرا ہے یا کہ تیرا؟ — مرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ!
مرے خم و پیچ کو نجومی کی آنکھ پہچانتی نہیں ہے — ہدف سے بیگانہ تیر اس کا، نظر نہیں جس کی عارفانہ!
شفق نہیں مغربی افق پر، یہ جوئے خوں ہے! یہ جوئے خوں ہے! — طلوعِ فردا کا منتظر رہ کہ دوش و امروز ہے فسانہ!
وہ فکرِ گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو — اُسی کی بیتاب بجلیوں سے خطر میں ہے اُس کا آشیانہ!
ہوائیں اُن کی، فضائیں ان کی، سمندر ان کے، جہاز ان کے، — گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر؟ بھنور ہے تقدیر کا بہانہ!
جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا، وہ عالمِ پیر مر رہا ہے — جسے فرنگی مقامروں نے، بنا دیا ہے قمار خانہ!
ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے — وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیے ہیں اندازِ خسروانہ!

اس نظم میں اقبال نے پہلے تو زمانہ (وقت) کی صفات خود اُسی کی زبان سے بیان کی ہیں، اس کے بعد عصرِ حاضر پر سیاسی زاویۂ نگاہ سے تبصرہ کیا ہے اور اِس ضمن میں بعض پیشین گوئیاں بھی کی ہیں۔ اشعار کی تشریح یوں ہوگی:

1۔ زمانہ انسان سے خطاب کرتا ہے کہ ماضی کا اعادہ ممکن نہیں ہے۔ جو زمانہ کل موجود تھا، وہ آج موجود نہیں ہے، اور جو زمانہ آج موجود ہے، وہ کل نہیں ہوگا۔ یہ زمانِ مسلسل کی مثال ہے جو دریا کی طرح مسلسل بہتا رہتا ہے۔ یہی کیفیت سلسلۂ روز و شب کی ہے۔ دونوں کو ایک لمحے کے لیے بھی قرار نہیں ہے، کیونکہ اگر زمانے (وقت) کو قرار آ جائے تو یہ ساری کائنات فنا ہو جائے۔

2۔ زمانہ کہتا ہے، میں ایسے خزینے کی مانند ہوں جس میں ہزاروں بھید اور واقعات محفوظ ہیں اور جب حسبِ حالات یہ واقعات ایک ایک کر کے برآمد ہو کر منظرِ عام پر آتے ہیں تو اُن کو شمار کر کے اپنے ذہن میں محفوظ رکھتا ہوں۔

3۔ میرا عام طرزِ عمل یہ ہے کہ دنیا میں موجود ہر فرد سے واقف ہونے کے باوجود ان کے ساتھ میری رسم و راہ کے انداز بالکل الگ الگ ہیں۔ کسی کو اپنا تابع بنا لیتا ہوں، اور جو با صلاحیت اور صاحبِ اختیار ہیں، اُن کا مطیع ہو جاتا ہوں، اور کسی کے لیے عبرت کا تازیانہ بن جاتا ہوں۔ مراد یہ ہے کہ میں ہر فرد کے ساتھ اُس کی صلاحیت کے مطابق عہدہ برا ہوتا ہوں۔

4۔ میں تو ہر لمحے داد و دہش کے مراحل سے گزرتا رہتا ہوں۔ اگر کوئی شخص میری فیاضی سے استفادہ نہیں کرتا تو اس کے لیے قصوروار وہ ہے، میں نہیں۔ یوں سمجھنا چاہیے کہ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا اور جو لوگ موقع سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، وہ نا اہل بھی ہیں اور اپنی مراد کے حصول سے بھی نامراد رہتے ہیں۔

5۔ علمِ نجوم کا ماہر میری حقیقت سے کس طرح آشنا ہو سکتا ہے جب کہ اس کا کام تو ہر لمحے ستاروں کی گردش کی مدد سے لوگوں کو قسمت کا حال بتانے کے چکر میں مبتلا رکھنا ہوتا ہے، کہ یہ طرزِ عمل میری شناخت کا معیار نہیں ہو سکتا۔ جان لو کہ جس شخص کو معرفت کا مقام حاصل نہ ہو، وہ منزلِ مُراد تک نہیں پہنچ سکتا۔

6۔ اور یہ مغرب (یورپ) کے افق پر جو شفق کی سرخی نمایاں ہے تو فی الواقعہ یہ شفق کی سرخی نہیں، بلکہ اُن لوگوں کے خون کی سُرخی ہے، مغرب نے جن کا استحصال کیا۔ لہٰذا اے مردِ خدا! ایسا امر ناگزیر ہے کہ حالات کا جائزہ آنے والے عہد کے پیشِ منظر سے لیا جائے۔

7۔ یورپ کے سائنس دان اور خطرناک اسلحے کے موجد، یکجا ہو کر انسانی فطرت کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ بے شک یہ لوگ اپنی تباہ کن ایجادات پر فخر کریں، لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ آج یہ ایجادات اُن کے اپنے وجود کے لیے تباہی کا سبب بن رہی ہیں۔ ان ایجادات نے عالمی امن کو خطرے میں ڈال دیا ہے، اور ان کے باعث یورپ کو جنگ اور اس کے خوف کے علاوہ کچھ اور نہیں مل سکا۔ حد تو یہ ہے کہ ان خطرناک ایجادات پر جو بے دریغ اخراجات ہوئے ہیں، انہوں نے یورپ کے کم و بیش تمام ممالک کو اقتصادی طور پر شدید قسم کے بحرانوں سے دوچار کر دیا ہے۔

8۔ اقبال کہتے ہیں بے شک مغربی طاقتیں آج اپنے طیاروں، سیاروں، میزائلوں اور دوسرے ذرائع سے خشکی، سمندر اور فضا پر چھائی ہوئی ہیں، لیکن اس کے باوجود قدرت نے انہیں ایسے گرداب کا شکار بنا دیا ہے، جو اُن کے لیے ہولناک تباہی کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ ہولناک ایجادات بھی اُن کی اپنی بربادی کا سامان بن رہی ہیں۔

9۔ ہر چند کہ یہ ہولناک ایجادات کا دَور ہے جسے عالمی سطح پر عروج و ترقی کا نام دیا جا رہا ہے لیکن ذرا گہرائی سے دیکھا جائے تو یہ عروج و ارتقا منفی حیثیت کے حامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس عہد کا انحطاط و تنزل زیادہ دُور نہیں ہے۔ اہلِ یورپ نے جس طرح عالمی امن تباہ کرنے کے منصوبے بنا رکھے ہیں، یہ منصوبے خود انہیں لے ڈوبیں گے اور اس کے بعد ایک نیا نظام وجود میں آنا قدرتی امر ہے، ایسا نظام جو عالمی سطح پر امن و سکون اور خوشحالی سے بہرہ ور کر سکے، اور یہ نظام تو صرف اور صرف اسلام ہے۔

10۔ ہر چند کہ حالات ناسازگار ہیں۔ مخالفت کی تیز و تند آندھی پورے زور و شور کے ساتھ ماحول کو زیر و زبر کر رہی ہے۔ تاہم میں نے اس کی پروا کیے بغیر اپنی فکر اور حکمت و دانش کا چراغ جلائے رکھا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ صلاحیت اور قوت بخشی ہے کہ ہر طرح کی بُرائیوں اور نا مساعد حالات کا مقابلہ کر سکوں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی وسعتِ رحمت

حدیثِ رسول ﷺ کی تشریح و توضیح

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے 18 جولائی 2008ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت کے بعد]

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ قَالَ :

((اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّیِّاٰتِ ، ثُمَّ بَیَّنَ ذٰلِكَ ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ یَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً ، فَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰی اَضْعَافٍ كَثِیْرَةٍ ، وَاِنْ هَمَّ بِسَیِّئَةٍ فَلَمْ یَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً ، وَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَیِّئَةً وَاحِدَةً)) (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ فِیْ صَحِیْحَیْهِمَا بِهٰذِهِ الْحُرُوْفِ)

سیدنا ابن عباس ؓ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ اللہ تبارک و تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں (یعنی یہ حدیث قدسی ہے) فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ دی ہیں۔ پھر اس کی وضاحت یوں فرمائی کہ جو شخص نیکی کا ارادہ کرے ابھی اس نے عمل نہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے ہاں مکمل نیکی درج فرما لیتا ہے اور اگر نیکی کا ارادہ کرکے اس پر عمل بھی کرلے تو اللہ تعالیٰ اس ایک نیکی کو اپنے ہاں دس گنا سے لے کر سات سو گنا بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ لکھ لیتا ہے“۔ اور اگر انسان صرف برائی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو بھی اللہ تعالیٰ اسے اپنے ہاں مکمل نیکی لکھ لیتا ہے۔ اور برائی کا ارادہ کرکے عمل کرلے تو اللہ تعالیٰ اپنے ہاں اسے صرف ایک ہی گناہ لکھتا ہے“۔

یہ حدیث مبارکہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کی عظیم مظہر ہے۔ اِس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے۔ وہ اُن کی نیکیوں کا اجر و ثواب کئی گنا بڑھا کر دیتا ہے۔ جبکہ گناہ کا بدلہ اسی قدر دیتا ہے جتنا کہ بندہ اُس کا ارتکاب کرتا ہے۔ یہ مضمون قرآن حکیم میں بھی کئی مقامات پر آیا ہے۔ سورۃ الانعام میں فرمایا:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰۤی اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (۱۶۰)﴾

”جو کوئی (اللہ کے حضور) نیکی لے کر آئے گا اس کو ویسی دس نیکیاں ملیں گی اور جو برائی لائے گا اسے سزا ویسے ہی ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اگر تم (اللہ کے) شکر گزار رہو اور اُس پر ایمان رکھو تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا“ (القرآن)

سورۃ القصص میں ارشاد ہوا:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزَی الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۸۴)﴾

”جو شخص نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے اس سے بہتر (صلہ موجود) ہے اور جو برائی لائے گا تو جن لوگوں نے برے کام کیے ان کو بدلہ اسی طرح کا ملے گا جس طرح کے وہ کام کرتے تھے۔“

سورۂ غافر میں یہ بات بایں الفاظ بیان فرمائی گئی:

﴿مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰۤی اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ (۴۰)﴾

”جو برے کام کرے گا اس کو بدلہ بھی ویسا ہی ملے گا اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہوگا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے۔ وہاں ان کو بے شمار رزق ملے گا۔“

ان آیات سے معلوم ہوا کہ نیکی کی جزا اور بدی کی سزا کا معاملہ یکساں نہیں، مختلف ہے۔ نیکی کا اجر کئی گنا بڑھا کر دیا جاتا ہے، جب کہ گناہ کی سزا اُس کے بقدر ملتی ہے۔ آخر الذکر آیت میں یہ بات بھی واضح فرما دی گئی کہ نیکی کے نیکی ہونے کے لیے ایمان بنیادی شرط ہے۔ ایمان ہی سے اُس نیت کا تعین ہوتا ہے، جس کے تحت انسان کوئی کام انجام دیتا ہے۔ اگر انسان کا اللہ، نبی اور یوم آخرت پر ایمان ہے، تو پھر ہی اِس کا عمل نیکی شمار ہوگا۔ لیکن اگر ایمان نہیں ہے اور انسان کے ایک اچھے کام سے اُس کے پیش نظر اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح کی بجائے کوئی اور غرض ہے تو اُس کا یہ عمل نیک شمار نہ ہوگا۔ چنانچہ کفار جو ایمان سے سے محروم ہیں، انہیں ایمان نہ ہونے کی وجہ سے نیکیوں کا بدلہ نہیں دیا جائے گا۔ اسی طرح ریا کاری اور دکھاوے کی نیکی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ نیکی کی پہلی شرط ایمان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آیت البر میں نیکی کی بحث کا آغاز ایمان سے کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ

وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴿۱۷۷﴾ (البقرہ)

"نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں۔ اور جب عہد کر لیں تو اس کو پورا کریں۔ اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم کتنی وسیع ہے کہ فرمایا کہ جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اللہ تعالیٰ انہیں بے حساب عطا کرے گا۔ انہیں جو کچھ دیا جائے گا، وہ حساب و کتاب سے ماوراء ہوگا۔ وہ دس گنا، سو گنا، سات سو گنا نہیں، بلکہ بے حد و حساب ہوگا۔ اہل جنت کے لیے طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی۔ بعض لوگ جن پر تصوف کا رنگ چڑھ جاتا ہے، اِس پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں کہ قرآن جنت کے حوالے سے کہتا ہے کہ وہاں شراب طہور ہوگی، شہد ہوگا، دودھ کی نہریں ہوں گی، باغات ہوں گے، انواع و اقسام کے پھل ہوں گے، حوریں اور غلمان ہوں گے۔ یہ دراصل ان لوگوں کے فہم کی کمزوری ہے۔ یہ باتیں ہرگز عجیب نہیں ہیں، بلکہ منطقی ہیں۔ اہل جنت وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں اپنے نفس پر کنٹرول کیا، اُسے ناجائز چیزوں سے روکے رکھا۔ حرام میں منہ نہیں مارنے دیا۔ وہ اللہ کے دین کی سربلندی کی جدوجہد میں لگے رہے، اور دنیا زیادہ نہ کما سکے، لہٰذا دنیا کی بہت سی نعمتوں سے لطف اندوز نہ ہو سکے۔ اب اِس کا منطقی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ انہیں آخرت میں تمام تر نعمتیں بھرپور طریقے سے ملیں۔

یہاں یہ بات بھی واضح کر دی جائے کہ قرآن میں اہل جنت کے لیے جن انعامات کا تذکرہ ہے، وہ 'نزل' کے درجے میں ہے۔ وہ ابتدائی مہمان نوازی ہے۔ یہ ایسے ہی ہے، جیسے آپ کے گھر مہمان آئے تو سب سے پہلے آپ اُسے موسم کی مناسبت کوئی مشروب پیش کرتے ہیں۔ اصل مہمان نوازی تو بعد میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جنتیوں کو وہاں جو کچھ عطا فرمائیں گے، اُس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جنت کی نعمتیں ایسی ہیں کہ جنہیں آج تک نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے اُن کے بارے میں سنا اور نہ ہی کسی دل میں اُن کا خیال تک گزرا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)

اب آئیے، حدیث کا مطالعہ کریں:

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ دی ہیں۔ آگے اس کی وضاحت فرمائی کہ جو شخص نیکی کا ارادہ کرے، ابھی اس نے عمل نہ کیا ہو، اللہ (اس کے باوجود) اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔"

اپنے بندوں پر یہ اللہ کا کتنا بڑا فضل ہے کہ نیکی کا محض ارادہ کر لینے سے اُسے ایک نیکی کا اجر عطا فرما دیتے ہیں۔ ایک آدمی نے نیکی کا ارادہ کیا، لیکن خارجی حالات نے اُسے نیکی کی اجازت نہیں دی، یا بعد میں ارادہ ہی بدل گیا۔ مثلاً اُس نے ارادہ کیا تھا کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے ایک بڑی رقم صدقہ کرے گا، لیکن اِس سے پہلے کہ اس ارادہ کو عملی جامہ پہناتا، اُس کے مال پر ڈاکہ پڑ گیا، لہٰذا اب صدقہ نہ کر سکا۔ یا مال تو موجود ہے، لیکن اُس کی داخلی کیفیت ہی تبدیل ہو گئی، اُس کا ارادہ کمزور ہو گیا، اور اللہ کی راہ میں مال خرچ نہ کر پایا، تو اللہ تعالیٰ اُس کے نیکی کے ارادے پر ایک نیکی کا اجر عطا کر دے گا۔

"اور اگر (نیکی کا) ارادہ کر کے اس پر عمل بھی کر لے تو اللہ تعالیٰ اُس کی ایک نیکی کو اپنے ہاں دس گنا سے لے کر سات سو گنا بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ لکھ لیتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ اُس نیکی کا اجر کئی گنا بڑھا کر دیتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے کہ "کوئی ہے کہ اللہ کو قرض حسنہ دے کہ وہ اس کے بدلے اس کو کئی حصے زیادہ دے گا اور اللہ ہی روزی کو تنگ کرتا ہے اور (وہی اسے) کشادہ کرتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔" (آیت: 245) اِسی طرح سورۃ البقرہ میں فرمایا: "جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان (کے مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اُگیں اور ہر ایک بال میں سَو سَو دانے ہوں اور اللہ جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔ وہ بڑی کشائش والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔" (آیت:261)

یہ تو نیکی کا معاملہ تھا، بدی اور گناہ کی سزا کس قدر ہے، اِس بارے میں فرمایا:

"اگر کوئی شخص برائی کا ارادہ کرے، مگر اُس ارادہ پر عمل نہ کر سکے، (یعنی عملاً بدی کا ارتکاب نہ کرے) تو بھی اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ہاں ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔"

آدمی نے بُرائی کی نیت کی، چوری کا ارادہ کیا، لیکن جہاں چوری کرنا تھی، وہاں پہنچ بھی نہیں پایا تھا کہ پولیس نے پکڑ لیا، یا خارجی رکاوٹ تو نہ ہوئی مگر اُس کا اپنا ارادہ ہی بدل گیا، اور وہ چوری سے باز آ گیا، تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے اپنے ہاں ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔ بعض آیات قرآنی اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آدمی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، تو اُس کے دل سے ایمان نکل جاتا ہے، اور جیسے ہی گناہ سے فارغ ہوتا ہے ایمان لوٹ آتا ہے۔ یہ بات بظاہر منطق کے خلاف ہے۔ منطق کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک آدمی توبہ نہ کرے ایمان واپس نہ آئے، لیکن یہ اللہ کا بہت بڑا فضل ہے کہ ایمان دوبارہ لوٹ آتا ہے۔ اسی طرح کا فضل کا معاملہ اللہ تعالیٰ کا نیکی اور گناہ کے حوالے سے ہے۔ نیکی کی جزا کے معاملے میں اللہ کا ضابطہ کچھ اور ہے اور بدی کی سزا کے حوالے سے کچھ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ بدی کی تو اُس کے بقدر سزا دے گا لیکن نیکی کا اجر کئی گنا بڑھا کر عطا فرمائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے اور وہ کسی منطق کی پابند نہیں۔ سورۃ الاعراف میں اللہ نے خود فرمایا کہ "میری رحمت ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔" (آیت:156) اِسی طرح حدیث قدسی کا مضمون ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ "میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔" اللہ کی صفت یہ بھی ہے کہ وہ غفور رحیم ہے، اور یہ بھی ہے کہ وہ ذوانتقام ہے، جبار و قہار ہے، سزا دینے والا ہے۔ اسی لیے تو اُس نے جہنم بنائی ہے۔ لیکن اللہ کی رحمت اُس کے غضب پر غالب ہے۔ وہ بہانے چاہتی ہے۔ رحمت حق بہانہ می جوید۔ کوئی بنیاد ہو تو وہ جوش میں آ جاتی ہے۔ اللہ ارحم الرحمین، یعنی سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ اُسے بندوں کو عذاب دے کر خوشی نہیں ہوتی۔ وہ خود فرماتا ہے کہ "اگر تم (اللہ کے) شکر گزار رہو اور اُس پر ایمان رکھو تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔" (النساء:147)

بہرحال اگر کسی نے بُرے کام کا ارادہ کیا، مگر اُس ارادہ پر عمل نہ کر سکا، تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے بھی ایک نیکی

اللہ کے ساتھ وفاداری اور طاغوت کے ساتھ سازگاری اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اگر اللہ کی اطاعت ہے، تو پھر طاغوتی نظام کے خلاف جدوجہد ضروری ہے۔ یہ جدوجہد ایمان کا تقاضا ہے

لکھ دے گا۔ بُرائی کے ارادہ پر عمل نہ کرنا دو سبب سے ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ آدمی کی راہ میں کوئی خارجی مانع آ گیا جس نے اُسے برائی سے باز رکھا۔ دوسرا اور اہم سبب یہ ہو سکتا ہے کہ گناہ کے ارادہ کے بعد اُس کے اندر خیر و شر کی کشمکش ہوئی اور خیر غالب آ گیا، لہٰذا اِس بنا پر اُس نے گناہ کا ارتکاب نہ کیا۔ کیونکہ ضمیر زندہ ہو تو انسان کے اندر حق و باطل اور خیر و شر کی کشمکش ضرور ہوتی ہے۔ قرآن و سنت سے علم نفس کے بارے میں جو کچھ میں سمجھ سکا ہوں اس کے مطابق ہمارے اندر تین چیزیں ہیں: ایک نفس امارہ ہے جو ہمیں پستی کی طرف کھینچتا ہے، گناہ اور سرکشی کی دعوت دیتا ہے۔ دوسری شے ہمارے اندر روح ملکوتی ہے، یہ ہمیں بلندی کی طرف کھینچتی ہے۔ روح کا تعلق ذات باری تعالیٰ سے ہے۔ روح کیا ہے، اور اس کی باری تعالیٰ سے تعلق کی نوعیت کیا ہے، اِسے ہم نہیں جان سکتے۔ ہم تو 'جان' کے بارے میں بھی معلوم نہیں کر سکتے کہ یہ کہاں ہوتی ہے، کس عضو سے وابستہ ہے۔ روح تو جان (زندگی) سے لطیف تر شے ہے۔

اتصالِ بے تکیف بے قیاس
ہست ربّ الناس را با جانِ ناس

تیسری شے قلب ہے۔ قلب کے معنی 'بدل جانا' کے ہیں۔ قلب جسم کا وہ عضو ہے جو بدلتا رہتا ہے۔ اُسے آرام اور قرار نہیں۔ اگر اس پر نفس امارہ غالب آ جائے، تو نفس کی ساری ظلمتیں اُس میں منعکس ہو جاتی ہیں، اور پورے انسانی وجود پر چھا جاتی ہیں۔ اور اِس کے برعکس اگر قلب پر روح کا غلبہ ہو جائے، تو وہ روح کے انوار سے منور ہو جاتا ہے، اور اسی نورانیت کو منعکس کرتا ہے۔

میں نے یہ بات کئی بار بیان کی ہے کہ سگمنڈ فرائڈ نے بھی اپنے تحلیل نفسی کے نظریے میں انسان کی اندرونی کیفیات کے تین ہی درجے معین کیے ہیں (اگرچہ وہ روح ملکوتی تک نہیں پہنچ سکا)۔ فرائڈ نے اِن تینوں کے حسب ذیل نام تجویز کیے ہیں۔ پہلا درجہ لاشعور (ID) ہے۔ یہ وہ درجہ ہے جس کے اندر حیوانی جبلتیں اور تقاضے ہوتے ہیں۔ اور اُس کے نزدیک یہ انسان کے تمام اعمال کا اصلی مبدا یا محرک ہے۔ دوسرا شعور (EGO) ہے۔ اُسے آپ خودی کہہ سکتے ہیں۔ یہ آدرشوں کی صورت میں لاشعور کی خواہشات کی ترجمانی کر کے اُن کی تشفی کا اہتمام کرتا ہے۔ تیسرا فوق الشعور (SUPER EGO) ہے۔ معاشرے میں نیکی اور بدی کے جو تصورات ہوتے ہیں، فوق الشعور اُن کے حوالے سے انسان کو متنبہ کرتا ہے۔ اِس کی وجہ سے شعور لاشعور کے اطمینان کے لیے آدرشوں کو بیدار کر کے اُن کا تتبع کرتا ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے دامن رحمت میں لے لے۔ ہمیں نیکیوں کی توفیق دے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کے دین کے خلاف جو بغاوت ہو رہی ہے، اُس کے خاتمہ کے لیے ہمیں جدوجہد کی توفیق دے۔ نظام باطل کے خاتمے اور دین حق کے قیام کی جدوجہد سب سے بڑی نیکی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اِس کے لیے اپنا تن من دھن لگانے کی ہمت عطا فرمائے۔ اگر ہم میں سے کسی کا اس کام کا ارادہ نہیں ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے طاغوت کے ساتھ سازگاری اختیار کر لی ہے اور اللہ کے ساتھ وفاداری اور طاغوت کے ساتھ سازگاری اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اگر اللہ کی اطاعت ہے، تو پھر طاغوت کا انکار لازم ہے۔ طاغوتی نظام کے خلاف جدوجہد ضروری ہے۔ یہ جدوجہد ایمان کا تقاضا ہے۔ یہ ہمیں بہر صورت کرنی ہوگی۔ مسلمان بھائیو! غلبہ دین کی جدوجہد کا ابھی سے ارادہ کر لو، یہ ارادہ بھی ایک نیکی ہے، اور پھر جب راہ حق میں جان دینے کا مرحلہ آئے تو پھر اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اتر جاؤ۔ اِس راہ میں اگر جان چلی گئی تو تمہیں شہادت حاصل ہوگی، جو ہر مومن کی بڑی خواہش ہوتی ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

پریس ریلیز

30 جولائی 2008ء

مجلس مشاورت علماءِ اہلسنت

الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا ایسے مضامین اور پروگرام پیش کرنے اور ایسی اصطلاحات استعمال کرنے سے گریز کرے جن سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عظیم سنی اکثریت کی دل آزاری کا پہلو نکلتا ہو

اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کے جید اور نمائندہ علماء کا ایک اجلاس دفتر تنظیم اسلامی لاہور میں منعقد ہوا جس میں درج ذیل علماء کرام مولانا عبدالرؤف ملک، حافظ ابتسام الٰہی ظہیر، پیر سیف اللہ خالد، انجینئر سلیم اللہ خان، قاری محمد یوسف احرار، مولانا امیر حمزہ، حافظ صلاح الدین یوسف، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا عبدالجلیل نقشبندی، مفتی محمد ہاشم نعیمی، حافظ اسعد عبید، مولانا غلام رسول راشدی، مولانا شمس الرحمٰن معاویہ، مولانا مخدوم منظور احمد، مولانا خلیل الرحمٰن، مولانا میاں عبدالرحمٰن، مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی، صاحب زادہ عاصم مخدوم، مولانا عبدالوحید، قاری نذیر احمد، مولانا یونس حسن نے شرکت کی۔ اجلاس میں اہل سنت کے مسلمہ عقائد و نظریات پر حملوں اور بطور خاص مختلف حیلوں، بہانوں سے صحابہ کرامؓ کے خلاف تبرّا بازی اور رکیک زبان استعمال کرنے کے واقعات پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا۔ شرکاء اجلاس نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اس سلسلے میں اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کے مابین رابطے قائم کرنے اور فاصلے کم کرنے نیز اہل سنت کے متفقہ موقف پر حملوں کے علمی دفاع کے لیے بڑی شدت سے ایک مشترکہ ادارے کی ضرورت محسوس کی اور مجلس مشاورت علماء اہل سنت کے نام سے ایک ادارہ تشکیل دینے پر اتفاق کیا۔ اجلاس میں شریک علماء نے متفقہ طور پر مولانا عبدالرؤف فاروقی کو علماء اہل سنت کی اس مجلس مشاورت کا صدر منتخب کیا اور انھیں یقین دلایا کہ اہل سنت کے تمام مکاتب فکر مجلس مشاورت کے اعلیٰ مقاصد کے لیے اُن کے ساتھ مکمل تعاون کریں گے۔ اجلاس میں طے کیا گیا کہ مجلس مشاورت علماء اہل سنت، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا اور دیگر ذرائع سے اہل سنت کے مسلمات کے خلاف پروپیگنڈا کا موثر جواب دے گی اور اس پلیٹ فارم سے مستقبل میں عقائد اہل سنت اور صحابہ کرامؓ پر کی جانے والی نکتہ چینیوں اور اعتراضات کے مقابلے میں متفقہ علمی موقف قوم کے سامنے لایا جائے گا اور اس طرح ان شاء اللہ ہر مرحلے پر قوم کی فکری و نظریاتی رہنمائی کا فریضہ ادا کیا جائے گا۔ اجلاس میں علماء اہل سنت کے مابین روابط بڑھانے کے لیے مولانا عبدالرؤف فاروقی کو ذمہ داری سونپی گئی اور طے کیا گیا کہ بہت جلد علماء اہل سنت کا بڑی سطح پر اجلاس بلا کر مجلس مشاورت کے مقاصد کے لیے لائحہ عمل طے کیا جائے گا۔

اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعہ اخبارات، جرائد اور ٹی وی چینلز کے ذمہ داران سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس طرح کے مضامین، پروگرام پیش کرنے اور اس طرح کی اصطلاحات استعمال کرنے سے گریز کریں جن سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عظیم سنی اکثریت کی دل آزاری کا پہلو نکلتا ہو۔

(جاری کردہ: سیکرٹری مجلس مشاورت علماء اہل سنت لاہور)

ذمہ دار کون؟ عوام یا لیڈر

محمد سمیع

ہمارے ایک کرم فرما کا کہنا یہ ہے کہ آج ملک کو جس بگڑتی صورتحال کا سامنا ہے اس کی ذمہ داری عوام پر عائد ہوتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمارے عوام میں نہ تو سیاسی شعور ہے اور نہ ہی ان میں کوئی دم خم ہے۔ مجھے اُن کے اس موقف سے ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ عوام بے چارے تو کالانعام ہوتے ہیں۔ جانوروں کے ریوڑ کو جس طرف ہانک دو، وہ اسی طرف بھاگتے نظر آتے ہیں۔ ہمارے عوام کو جس طرف چاہیں، ہمارے لیڈران لگا سکتے ہیں۔ ایک لیڈر شپ وہ تھی جس نے مختلف فرقوں' نسلوں اور علاقوں کے عوام کو ایک نعرے پر جمع کیا، جس کے نتیجے میں وہ اپنے سارے اختلافات بھول کر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ حالانکہ یہ وہ قائد تھا جو عوام کی زبان سے بھی واقف نہ تھا لیکن اس کی انگریزی تقریر لوگ اس طرح سنتے تھے گویا کہ جو بات کہی جارہی ہے وہ ان کے دل کی آواز ہے۔ نہ سمجھتے ہوئے بھی تالیوں کی گونج اور نعروں کی تکرار سے اس کی تقریر کا خیر مقدم کیا جاتا تھا۔ کیوں؟ اس لیے کہ لوگوں کو اُس کی دیانت، امانت اور صداقت پر اعتبار تھا۔ عوام الناس، دانشوران عظام اور علماء کرام میں وہ یکساں مقبول تھا۔ اس نے قیام پاکستان کی تحریک ہی نہیں چلائی' پاکستان قائم کر کے بھی دکھا دیا۔ حالانکہ اس کی اپوزیشن میں شاطر انگریز اور مکار ہندو اکٹھے تھے۔

افسوس صد افسوس کہ قیام پاکستان کے بعد بتدریج لیڈر شپ پر لوگوں کا اعتماد اٹھتا چلا گیا۔ آج حال یہ ہے کہ چاہے روایتی سیاستدان ہوں یا نظریاتی رہنما' فوجی قیادت ہو یا بیوروکریسی، کسی پر بھی لوگوں کو اعتماد نہیں۔ دور کیوں جایئے۔ پرویز مشرف کے دور حکومت میں جو کچھ ہوا اس کا انتقام عوام نے 18 فروری کو اپنا ووٹ ڈال کر لیا۔ لیکن نتیجہ کیا نکلا کہ جن سیاستدانوں کے حق میں انھوں نے ووٹ ڈالا وہ پچھلی حکومت کے قائدین سے بھی زیادہ گئے گزرے ثابت ہو رہے ہیں۔ جس کے خلاف عوام نے عدم اعتماد کا ووٹ ڈالا، وہ آج بھی کرسی اقتدار پر براجمان ہے۔ اسی کی پالیسیاں ہیں جو چلائی جا رہی ہیں۔ جن ججوں کو ایمرجنسی کے ذریعہ نکالا گیا تھا، وہ آج بھی اپنی بحالی کے منتظر ہیں۔ لیکن ہمارے "بادشاہ گر" کہہ رہے ہیں کہ عوام نے ہمیں جج کی بحالی کے لیے نہیں، روٹی، کپڑا اور مکان کے لیے ووٹ دیا تھا۔ چلو، تم عوام کو یہی مہیا کر دیتے، لیکن آٹا ہی نہیں اب تو اشیاء خورد ونوش بھی ناپید ہو رہی ہیں۔ کپڑے کی قیمت ہر مرتبہ پٹرول کی قیمت بڑھنے کے نتیجے میں کئی چند بڑھ جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ تنخواہ تو اس دوران ایک مرتبہ بڑھی، حالانکہ وہ بھی کیا خاک بڑھی، صرف 20 فیصد اور وہ بھی حکومتی اداروں میں۔ مزدور کی کم از کم تنخواہ چھ ہزار روپے ماہوار مقرر کی گئی، لیکن اس پر عملدرآمد کون کروائے اور عملدرآمد ہو بھی تو چھ ہزار میں آسمان سے باتیں کرتی ہوئی مہنگائی کے دور میں ایک خاندان کا گزارہ کیسے ممکن ہے۔ دوسری طرف حکمرانوں کی شاہ خرچیوں کا یہ حال ہے کہ وزیراعظم سعودی عرب سے پٹرول کے بارے میں گفت وشنید کرنے جاتے ہیں تو ان کی ٹیم میں 80 افراد ہوتے ہیں جو عوام کے پیسوں پر عمرہ ادا کر کے سمجھتے ہیں کہ ان کے سارے سیاہ کرتوت دھل گئے۔ یہ قائدین جلاوطنی کے اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ گزشتہ دور حکومت میں مجبوراً جلاوطنی کے دن گزار رہے تھے اور اب وہ جو کہا ہے شاعر نے کہ۔

آشیاں جل گیا ، گلستاں لٹ گیا
اب قفس سے نکل کر کدھر جائیں گے
اتنے مانوس صیاد سے ہو گئے
اب رہائی ملی بھی تو مر جائیں گے

تو یہ حکمرانی کا شوق بھی جلاوطنی کی حالت میں پورا کر رہے ہیں اور کابینہ کا اجلاس بھی دیار غیر میں ہو رہا ہے اور عوام سے یہ کہا جا رہا ہے کہ تیل اور خوراک کی قیمت میں اضافہ عالمی حقیقت ہے، ہم کیا کر سکتے ہیں۔ عوام چاہے بھوکے مر جائیں، خودکشیاں کریں یا خودسوزی، ان کے اللے تللے نہیں چھوٹ سکتے۔ یہ وہ قائدین ہیں جن کے اسلاف کا حال یہ تھا کہ اگر ملک کے عوام قحط کا شکار ہوں تو وہ بھی اچھی غذا کھانا چھوڑ دیتے تھے۔

عوام اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ انہوں نے سابقہ حکومت پر اپنے ووٹوں کے ذریعہ جو عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے، اس کے نتیجے میں قوم کو لعنت کے اس طوق سے نجات مل جائے گی جو پرویزی ٹولے نے نام نہاد دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد میں شمولیت کے ذریعہ ڈالی ہے۔ اب عوام کالانعام انگشت بدنداں ہیں کہ اس معاملے میں تو موجودہ حکومت نے سابقہ حکومت کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ امریکی اہلکاروں کے ہمارے ملک کے دورے کے موقع پر سلامی دینے کے لیے اپنے ہی لوگوں کے خلاف آپریشن شروع کرنے میں ویسی ہی چوکسی دکھائی جارہی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ہمارے وزیراعظم صدر بش کے نفس ناطقہ بن کر فرماتے ہیں کہ قبائلی علاقوں میں غیر ملکی موجود ہیں، لہٰذا دوسرے نائن الیون کا اندیشہ موجود ہے۔ گویا وائٹ ہاؤس کے تھانے میں ہم خود اپنے خلاف ایف آئی آر درج کرا رہے ہیں۔ مدعی سست گواہ چست والا معاملہ ہے۔ کیا آپ نے کسی ملک کے وزیراعظم کو اپنے ہی ملک کے خلاف فرد جرم عائد کر کے دشمنوں کو اپنی کارگزاری کا موقع دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ واقعی ایک انوکھی مثال ہے، جو منفرد وزیراعظم نے پیش کی ہے۔ پتہ نہیں کہ اقتدار کی کرسی میں کون سے ایسے اجزاء استعمال ہوتے ہیں جو ایسے شخص کو بھی اغیار کا تابع بنا دیتے ہیں جو اپنوں کے آگے نہ کبھی جھکتا ہے اور نہ بکتا ہے۔ بہرحال۔ رموز مملکت خویش خسرواں دانند

کل تک لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ تین "A" جس کے ساتھ ہوں' اقتدار پر اسی کا حق بنتا ہے یعنی Allah، Army اور America۔ ان کی اس بات پر حیرت ہوتی تھی کہ اللہ کس طرح ان کے ساتھ ہو سکتا ہے، جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف کروسیڈ شروع کر رکھا ہو' لیکن یہ بات اس تناظر میں درست دکھائی دیتی تھی کہ جب مسلمان حکمران مسلمانوں کے خلاف کروسیڈ کرنے والی فوج کے ہراول دستہ بن جائیں' تو یقیناً اللہ ایسے حکمرانوں کو تھوڑی مہلت دے دیتا ہے، تاکہ ان کو ان کے آخری اور عبرت ناک انجام تک پہنچا دے، جیسا کہ آج کل پرویز مشرف بنے ہوئے ہیں۔ مشرف یا اُس کے (باقی صفحہ 15 پر)

بوسنیا و ہرزیگووینا کا دورِ غلامی

سید قاسم محمود

جب سلطنت عثمانیہ معاہدۂ برلن (1878ء) کے تحت بوسنیا و ہرزیگووینا سے دست بردار ہوگئی اور آسٹریا و ہنگری نے وہاں اپنا اقتدار قائم کرلیا تو مسلمان پہلی مرتبہ غیروں کی غلامی میں گرفتار ہوئے۔ آسٹریا و ہنگری نے بوسنیا و ہرزیگووینا میں داخل ہوتے ہی مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیے۔ چنانچہ مسلمان لاکھوں کی تعداد میں اناضول (ایشیائی ترکی) اور دوسرے مسلم علاقوں کی طرف ہجرت کرگئے۔ آسٹریا کی حکومت مسلمانوں کے لیے سخت گراں رہی، نہ صرف مسلمانوں کا قتلِ عام کیا جانے لگا، بلکہ کیتھولک حکمرانوں کی طرف سے مسلمانوں کو بالجبر عیسائی بنانے کی کوششیں کی گئیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کے لیے خود اپنے ہی وطن میں رہنا دشوار ہوگیا اور اُن کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ اپنے دین اور تہذیب کی حفاظت کے لیے ہجرت کریں۔

مسلمانوں کی ہجرت آسٹرو ہنگری اقتدار میں دو مرتبہ ہوئی۔ پہلی مرتبہ 1878ء کے فوراً بعد جب آسٹریا والوں نے عثمانی سلطنت کے زیر اثر داخلی خودمختاری کے وقت نظامِ حکومت ہاتھ میں لے لیا اور دوسری مرتبہ جنگِ بلقان (1912-1913ء) کے بعد جب عثمانی سلطنت کا رسمی تعلق بھی بوسنیا و ہرزیگووینا اور دیگر صوبوں سے ختم ہو گیا اور آسٹریا و ہنگری نے اِن علاقوں کو اپنی سلطنت میں ضم کرلیا۔ مہاجر مسلمانوں کی تعداد اُس وقت صرف ترکی میں چالیس لاکھ کے قریب تھی۔ اس ہجرت کی تفصیل بوسنیا کے ایک دانشور شفقت بینڈوچ نے یوں بیان کی ہے:

”یہ کہا جاسکتا ہے کہ بوسنیا اور سنجق سے مسلمانوں کی ہجرت کا سلسلہ 1878ء میں آسٹرو ہنگری استعمار کے دور میں شدت اختیار کرگیا اور جنگ بلقان میں تو کوسووا اور مقدونیہ بھی عثمانیوں کے قبضے سے نکل گئے اور مسلمان لاوارث ہوگئے اور اُن کی ہجرت میں مزید اضافہ ہوگیا۔ مسلمان مہاجرین کی تعداد کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ آسٹرو ہنگری ماخذ کے مطابق 1878ء (معاہدہ برلن) سے 1918ء پہلی جنگ عظیم کے خاتمے تک 36 ہزار مسلمان ترکی ہجرت کرگئے۔ بعض دیگر مؤرخین یہ تعداد ایک لاکھ 40 ہزار سے ایک لاکھ 60 ہزار تک بیان کرتے ہیں۔ تیسری روایت یہ ہے کہ ترکی میں بوسنیا و سنجق کے اگلے پچھلے مہاجرین کی کل تعداد چالیس لاکھ ہے اور اگر ہم اِس میں پندرھویں صدی عیسوی کے مہاجر بھی ملالیں جو جنگوں کے دوران اکھڑ کر سلطنتِ عثمانیہ کے اصل مراکز کی طرف آتے رہے تو آج اُن کی تعداد 70 لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔“

1600ء میں بلغراد شہر اسلامی تہذیب کا لہلہاتا ہوا گلستان تھا۔ اس وقت ایک لاکھ آبادی والے اس شہر میں 270 مساجد، 8 ثانوی تعلیم کے مدرسے، 9 دارالحدیث اور 370 قرآنی مکتب تھے۔ ہنگری عیسائیوں نے تمام مقامات کو کھنڈر بنادیا

بوسنیا کے ایک اور دانش ور عبداللہ اسامیلچ کا بیان ہے: ”برلن کانگریس کے بعد بوسنیا پر آسٹرو ہنگری آمریت قائم ہوگئی۔ اس وقت تک پوری بوسنوی قوم نہ صرف مسلمان ہوچکی تھی، بلکہ اسلامی تہذیب میں ڈھل چکی تھی۔ اس کے ہمسایے سرب اور کروات اِن بوسنوی مسلمانوں کو ”بوسنوی ترک“ کہہ کر پکارتے تھے۔ بعض لوگ تو علی الاعلان یہ کہتے تھے کہ یہ لوگ (یعنی مسلمان) ترک ہیں۔ بوسنیا و ہرزیگووینا سے عثمانیوں کے نکل جانے کے بعد یہ ترک مشرقی علاقوں (ترکی) کی طرف ہجرت کرگئے، اور کچھ سنجق چلے گئے اور کچھ کوسووا اور البانیہ کوچ کرگئے۔“

(سنجق 1877ء تک بوسنیا کے ایک صوبے کا حصہ تھا۔ 1878ء میں یہ بھی آسٹریا، ہنگری استعمار کے قبضے میں آگیا۔ اس کے بعد اسے سربیا اور مانٹی نیگرو میں تقسیم کردیا گیا، تاکہ مسلمانوں کی طاقت کو تقسیم کردیا جائے)

دائرہ معارفِ اسلامیہ کا مقالہ نگار لکھتا ہے (جلد سوم): ”آسٹریا و ہنگری کے حکام کے بعض اقدامات کے متعلق مسلمانوں میں روز بروز بدظنی پیدا ہوتی گئی۔ مسلمانوں کے مذہبی اداروں کو اپنی نگرانی میں لے آنے کی غرض سے حکومت نے 1882ء میں رئیس العلماء کا عہدہ اختراع کیا جو بوسنیا و ہرزیگووینا کے مسلمانوں کا سب سے بڑا مذہبی منصب تھا۔ یہ تنظیم اتنی بڑھی کہ اس نے مجلسِ اوقاف کے اختیارات کو بھی اپنی زیر نگرانی کر لیا۔ مسلمانوں نے پریشان اور خوف زدہ ہوکر 1886ء میں بادشاہ کو ایک عرضداشت پیش کی، جس میں اوقاف کے معاملات میں آزادی کا مطالبہ کیا۔ 1899ء میں موستار کے مفتی علی فہمی کی قیادت میں بوسنیا و ہرزیگووینا میں تمام مسلمانوں کے لیے مذہبی اور تعلیمی آزادی کے حصول کے لیے زبردست جدوجہد شروع ہوئی۔ 1900ء میں وزیر مالیات بی کلاری (جس نے 1882ء سے 1903ء تک بوسنیا و ہرزیگووینا میں آسٹریا و ہنگری کی طرف سے مسلمانوں کے خاتمے کے لیے بنیادی کردار ادا کیا) کے سامنے ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک مسودۂ قانون پیش کیا گیا جس میں بوسنیا اور ہرزیگووینا میں سلطان کے شاہی حقوق پر خصوصی زور دیا گیا۔ (رسمی طور پر ابھی بوسنیا و ہرزیگووینا سلطنتِ عثمانیہ کے تحت تھا)، لیکن یہ اُصول آسٹریا و ہنگری حکام تسلیم کرنے پر رضامند نہ ہوئے۔ جب مفتی علی فہمی عثمانی سلطان سے مشورہ کرنے کے لیے استنبول روانہ ہوا تو اسے بوسنیا و ہرزیگووینا میں دوبارہ داخل ہونے کی ممانعت کردی گئی۔ 1906ء کے بعد اس تحریک نے زیادہ باضابطہ اور متعین صورت اختیار کرلی۔ علی بیگ فردوس کی صدارت میں ”تنظیم ملتِ اسلامیہ“ کی انتظامی کونسل کا انتخاب ہوا۔ یہ تنظیم اگرچہ مسلم جائیداد کی حفاظت کے لیے بنائی گئی تھی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے مذہبی آزادی عطا کیے جانے کے لیے بھی حکومت سے مذاکرات شروع کردیے۔ یہ مذاکرات التوا میں پڑے رہے، کیونکہ آسٹریا و ہنگری کے حکام ایسی کوئی بات، جس میں سلطان کے شاہی حقوق کا اشارہ ہو، سننے

کے لیے تیار نہ تھے۔"

یہ دور کیتھولک حکمرانوں کے غلبے کا دَور تھا۔ اس میں مسلمانوں پر جو کچھ بیتی، وہ ناقابل بیان ہے۔ بوسنیا کے "بشناق" (مہاجر) جب اسلام میں داخل ہوئے تھے تو اس وقت مسلمان اقتدار میں تھے۔ اب پہلی مرتبہ مسلمان دوسروں کی غلامی میں آئے اور کیتھولک عیسائیوں نے ان کو عثمانی سلطان کے حامی سمجھ کر ان سے تاریخی انتقام لینا شروع کر دیا، مگر مسلمان بھی بڑے باہمت اور باحوصلہ تھے۔ آزادی کی گود میں پلے تھے۔ انہوں نے نئے حالات کا جرأت سے مقابلہ کیا۔

1900ء میں موستار کے مفتی اور مسلمانوں کے رہنما علی فہمی نے آسٹریا ہنگری کے مظالم اور اسلامی تہذیب کی خاطر آسٹریا کے متعصب عیسائیوں (کیتھولک) کے خلاف تحریک برپا کر دی اور عجب اتفاق ہے کہ سربیا کے آرتھوڈوکس عیسائیوں نے آسٹریا کے کیتھولک کے مقابلے میں مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ وہ بھی کیتھولک فرقے کے مظالم کا شکار ہو چکے تھے۔ اس تحریک میں مسلمانوں کو بے پناہ، جانی و مالی قربانی دینا پڑی۔ آخر کار 15 اپریل 1909ء کو مسلمانوں کو مذہبی اُمور میں کچھ آزادی نصیب ہوئی۔

1878ء سے لے کر 1909ء تک آسٹریا و ہنگری والوں نے مسلمانوں کے اداروں اور اسلامی تہذیب کے نشانات کو جس طرح مٹانے کی کوشش کی ہے، بلغراد شہر کی ایک مثال کے مطالعے سے معلوم کیے جا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر علی الکتانی اپنی کتاب "مسلمان امریکا و یورپ" میں لکھتے ہیں: "عثمانیوں نے بلغراد 1452ء میں فتح کر لیا تھا۔ ہنگری والوں نے 1718ء میں اس پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ عثمانیوں نے 1738ء میں اسے واپس لے لیا۔ 1830ء میں دوبارہ عثمانیوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ عثمانیوں کی حکومت اِس شہر پر 358 سال تک رہی۔ سترہویں صدی میں یہ شہر اسلامی تہذیب کا لہلہاتا ہوا گلستان تھا۔ ترک سیاح اولیا چلبی 1600ء میں یہاں آیا۔ اُس وقت اِس شہر کی آبادی ایک لاکھ تھی، جس میں تین چوتھائی مسلمان تھے۔ شہر میں 270 مسجدیں تھیں، جن میں سے 33 مسجدوں میں نماز جمعہ ادا کی جاتی تھی۔ 17 تکیے، 8 ثانوی تعلیم کے مدرسے، 9 دارالحدیث (اسلامی تعلیم کے اعلیٰ ادارے) اور 370 قرآنی مکتب تھے۔ جب اِس شہر سے اسلام کی حکمرانی ختم ہو گئی تو پھر ہنگری کے عیسائیوں نے ایک ایک کر کے تمام مدرسے، مکتب اور مسجدیں ختم کر دیں۔ مثلاً رئیس آفندی کی مسجد مسمار کر دی گئی اور اس کی جگہ گھڑ دوڑ کا مرکزی دفتر بنا دیا گیا۔ مسجد التربۃ کو کھنڈر بنا کر اس کی جگہ سنٹرل تھیٹر کی عمارت کھڑی کر دی گئی۔ مسجد بتار بلغراد کی خوبصورت ترین اور وسیع ترین مسجد تھی۔ مسجد بتار کو منہدم کر کے اس کی جگہ یوگوسلاویہ کی پارلیمنٹ کی بلڈنگ تعمیر کی گئی۔ بلغراد کا پیلس ہوٹل بھی ایک مسجد کے ملبے پر قائم ہے۔ صرف ایک مسجد پورے شہر میں باقی رہ گئی، جسے محکمہ آثارِ قدیمہ کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ اس لیے کہ یہ وہ پہلی مسجد ہے جو مسلمانوں نے بلغراد میں تعمیر کی تھی۔ اس کا نام جامع بیرقلی ہے اور اسے سلطان سلیمان اعظم قانونی کے حکم سے 1521ء میں تعمیر کیا گیا تھا۔ عیسائیوں نے جب 1718ء میں بلغراد پر قبضہ کیا تھا تو اسے کیتھڈرل میں بدل دیا تھا۔ لیکن 1738ء میں مسلمانوں نے اسے واگزار کرا لیا تھا۔

پہلی جنگِ عظیم (1914-1918ء) میں آسٹریا و ہنگری نے جرمنی کا ساتھ دیا اور جب جرمنی کو شکست ہوئی تو اس کے نتیجے میں آسٹریا و ہنگری بھی شکست سے دوچار ہوئے۔ واضح رہے کہ پہلی جنگِ عظیم کا آغاز بھی اُس حادثے سے ہوا تھا جو بوسنیا کے دارالحکومت سراجیوو میں 28 جون 1914ء کو پیش آیا۔ بوسنیا کے ایک شہری نے، جو سرب نسل سے تعلق رکھتا تھا، اور جس کا نام جابر یلو پرنسپ تھا، آسٹریا ہنگری ریاست کے ولی عہد فرانسس فرڈی ننڈ کو شارع عام پر قتل کر دیا۔ اسی حادثے کے نتیجے میں وہ جنگ برپا ہوئی جسے پہلی جنگِ عظیم کہا گیا اور جس میں لاکھوں انسان موت کے گھاٹ اتر گئے۔

سلاف (یا سلاو) نسل کے اندر بار بار یہ تحریک اٹھتی رہی کہ اس کے تمام گروہوں کو ایک پلیٹ فارم پر ایک پرچم کے نیچے جمع کیا جائے۔ چنانچہ آسٹرو ہنگری حکومت کا خاتمہ سلاف لیڈروں کے لیے اپنی قدیم خواہشات کو پورا کرنے کا ایک سنہری موقع تھا۔ 1915ء میں دورانِ جنگ "یوگوسلاویہ کمیٹی" کے نام سے ایک تنظیم بھی قائم کر دی گئی جو جنوبی سلاف کے تمام گروپوں کی نمائندہ کہلاتی تھی۔ 1917ء میں سربیا نے "یوگوسلاویہ کمیٹی" کے ساتھ ایک معاہدۂ اتحاد کر لیا، اس کی رو سے ایک ایسی متحدہ ریاست کے قیام کا عزم کیا گیا جو جنوبی سلاف کی غالب اکثریت پر مشتمل ہو۔ چنانچہ یکم دسمبر 1918ء کو جنگ کا خاتمہ ہونے پر اس نظریے کے تحت ایک متحدہ مملکت کے قیام کا اعلان کیا گیا جسے مملکتِ سرب و کروات و سلووینی (SHS) کہا گیا۔ بوسنیا اور ہرزیگووینا کو سربیا اور کروشیا ہی کا جُز سمجھا گیا، اس لیے اس کا علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

اِس ریاست کے قیام سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی۔ آسٹریا و ہنگری اقتدار کے عہد میں اُن پر جو مظالم ٹوٹے تھے، اور وہ بے گھر اور بے وطن ہو رہے تھے، اُن سے نجات کی اُمید نظر آئی، مگر "سلافی مملکت" کی تشکیل سے سرب قوم کی طاقت کا نشہ چڑھ گیا۔ انہوں نے مسلمانوں سے آنکھیں پھیر لیں اور مسلمانوں کے حقوق و مفادات کو یک دم فراموش کر دیا۔ اس کے نتیجے میں مسلمان پھر زندگی کے ہر شعبے میں انحطاط و پستی کا شکار ہو گئے۔ سربوں نے مسلمانوں پر اپنا سیاسی و عسکری دباؤ اس حد تک بڑھا دیا کہ اسلام کے بنیادی اُصول اور اقدار و روایات تک خطرے میں پڑ گئے۔ مسلمان اپنا دین و ایمان بچانے کی خاطر دوبارہ ترکی کی جانب ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ سیاسی میدان میں مسلمانوں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہو گئی۔ اس کا اندازہ صرف ایک واقعے سے لگا لینا کافی ہو گا۔ 1925ء میں جدید سلافی مملکت کی نیشنل اسمبلی کے ایک کروات وزیر نے "اسلامی تنظیم" کے ایک نکتۂ اعتراض کا جواب دیتے ہوئے پورے زور سے کہا: "اے تُرکو! تم ایشیا چلے جاؤ"۔ یہ مختصر سا جملہ مسلمانوں کی اس پریشان کن صورتِ حال کا غماز ہے جو مسلمانوں کو سربوں اور کرواٹس کے مخلوط اقتدار کے اندر پیش آ چکی تھی۔ یہ جملہ محض وقتی جذبات کا عکاس نہ تھا، بلکہ مسلمانوں کے ساتھ عملاً سیاسی اور معاشرتی میدان میں اُن کا یہی رویہ تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کی طاقت کو پاش پاش کرنے اور اُن کی تعداد کو مختصر کرنے کے لیے طرح طرح کے خوفناک منصوبے وضع کیے اور اُن کے نفاذ میں ہر وحشیانہ ہتھکنڈا استعمال کیا۔ زرعی اصلاحات کے نام سے مسلمانوں کی زمینیں ضبط کر لی گئیں اور آرتھوڈوکس کسانوں کو مفت دے دی گئیں۔ اسلامی ادارے بھی زد میں آ گئے اور مسلمان پھر نہ صرف بوسنیا و ہرزیگووینا سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے، بلکہ سنجق اور کوسووو کو بھی خیر باد کہنے لگے، جہاں وہ آسٹریا و ہنگری کے دورِ حکومت میں آ کر پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ (جاری ہے)

سزائے موت کا خاتمہ

شریعت سے کھلا انحراف اور انسانیت دشمنی

حافظ مشتاق ربانی

موجودہ حکومت کی وفاقی کابینہ نے سات ہزار قیدیوں کی سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کرنے کی منظوری دی، جس کا اعلان وزیر اعظم نے بے نظیر بھٹو کی سالگرہ کے موقع پر کیا۔ کیا حکومت حدود کے معاملات میں سزا بالخصوص قاتل کی سزائے موت کو ختم کر سکتی ہے؟ آیئے، جائزہ لیتے ہیں۔

قرآن نے قصاص کو زندگی قرار دیا ہے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (آیت:179)

”اے عقل و خرد رکھنے والو تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔“

اس آیت کے ضمن میں مولانا مودودیؒ تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں: ”جس طرح ابھی جاہلیت کا ایک گروہ انتقام کے پہلو میں افراط کی طرف چلا گیا، اسی طرح ایک دوسرا گروہ عفو کے پہلو میں تفریط کی طرف گیا ہے، اور اس نے سزائے موت کے بارے میں اتنی تبلیغ کی ہے کہ بہت سے لوگ اس کو ایک نفرت انگیز چیز سمجھنے لگے ہیں اور دنیا کے متعدد ملکوں نے اس منسوخ کر دیا ہے۔ قرآن اس پر اہل عقل کو مخاطب کر کے تنبیہ کرتا ہے کہ قصاص میں سوسائٹی کی زندگی ہے۔ جو سوسائٹی انسانی جان کا احترام نہ کرنے والوں کی جان کو محترم ٹھہراتی ہے، وہ دراصل آستین میں سانپ پالتی ہے۔ تم ایک قاتل کی جان بچا کر بہت سے بے گناہ انسانوں کی جانیں خطرے میں ڈالتے ہو۔“

قصاص صرف ﴿النفس بالنفس﴾ ”جان کے بدلے جان“ تک ہی محدود نہیں بلکہ اعضاء جسمانی میں بھی ہے جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے:

﴿وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ﴾ (آیت:45)

”آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ۔“

قصاص قتل و غارت کو روکنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ یہ قانون دراصل انسانیت کی بقا اور تحفظ کے لیے ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد ترجمان القرآن میں لکھتے ہیں: ”قصاص میں اگرچہ جان کی ہلاکت ہے، مگر اس لیے کہ زندگی کی حفاظت کی جائے، پس مقصود اصلی حفظ نفس ہوا، نہ کہ قتل نفس۔“ ظاہر ہے کہ جب قتل کا ارادہ رکھنے والے کو پتہ ہو کہ اس فعل بد کی سزا کے طور پر اسے بھی قتل کر دیا جائے گا تو وہ اپنے مذموم ارادے کی تکمیل کرنے سے پرہیز کرے گا۔

قصاص اصل میں برابری کا نام ہے، جیسا کہ ابن رشد ”بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد“ میں کہا ہے: ”القصاص یقتضی المماثلۃ“ ”قصاص برابری چاہتا ہے۔“ مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں: ”حکم قصاص اصل میں انسانی مساوات کا اعلان اور نسل و شرف کے تمام امتیازات کا انکار ہے جو لوگوں نے بنا رکھے ہیں، اور جن کی وجہ سے انسانی حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، بڑا ہو یا چھوٹا، وضیع ہو یا شریف انسان ہونے کے لحاظ سے سب برابر ہیں۔ اس لیے قصاص میں کوئی امتیاز تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔“ (بحوالہ ترجمان القرآن)

> قرآن اہل عقل کو مخاطب کر کے تنبیہ کرتا ہے کہ قصاص میں سوسائٹی کی زندگی ہے۔ جو سوسائٹی انسانی جان کا احترام نہ کرنے والوں کی جان کو محترم ٹھہراتی ہے، وہ دراصل آستین میں سانپ پالتی ہے

حدیث نبوی ہے کہ ”تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں۔“ اسی طرح عہد نبوی ﷺ میں ایک قبیلہ نے اپنے مخالف قبیلے سے عورت (مقتولۃ) کے بدلے مرد قتل کرنے کا مطالبہ کیا اور ایک مرد کے بدلے دو مردوں کو قتل کرنے کا تقاضا کیا، تو جب یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: (القتلی بواءٌ) ”تمام مقتولین برابر ہیں۔“

قصاص لینے اور معاف کرنے کا اختیار بنیادی طور پر ورثاء کو حاصل ہے، کسی حکمران یا قاضی کو قاتل کی سزا معاف کرنے کا حق نہیں ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:

﴿وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا﴾ (آیت:33)

”اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو، ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے (کہ ظالم قاتل سے بدلا لے) تو اس کو چاہیے کہ قتل (کے قصاص) میں زیادتی نہ کرے کہ وہ منصور و فتحیاب ہے۔“

سورۃ البقرۃ میں ہے:

﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ﴾ (آیت:178)

”ہاں اگر کسی (قاتل) کے ساتھ اس کا بھائی کچھ نرمی کرنے کے لیے تیار ہو، تو معروف طریقے کے مطابق خون بہا کا تصفیہ ہونا چاہیے اور قاتل کو لازم ہے کہ راستی کے ساتھ خون بہا ادا کرے۔“

یہ تو نہیں ہو سکتا کہ مقتول کے ورثاء قاتل سے قصاص لینا چاہیں، مگر حکومت قاتل کو معاف کر دے، البتہ یہ ممکن ہے کہ ورثاء قاتل کو معاف کر دیں مگر حکومت پھر بھی اس کو سزا دے۔ کیونکہ بعض اوقات یہ صورت پیش آ جاتی ہے کہ قاتلین بہت طاقتور ہوتے ہیں اور مقتول کے ورثاء پر دباؤ ڈال کر یا دھمکیوں سے مرعوب کر کے قتل معاف کروا لیتے ہیں، اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ورثاء اپنے مقتول کے بارے میں کوئی زیادہ دلچسپی نہ لیتے ہوں، اور کسی لالچ کا شکار ہو جائیں۔ چنانچہ ایسے چند استثنائی حالات میں اگر ورثاء قاتلین کو معاف بھی کر دیں تو فقہ میں یہ رائے موجود ہے کہ حکومت اسے حرابہ کی صورت قرار دے کر قاتلین کو سزائے موت دے، تاکہ حرمت جان متاثر نہ ہو، لیکن اسلامی قانون میں یہ صورت کہیں نہیں مل سکتی کہ ورثاء اگر قصاص لینا چاہتے ہوں مگر حکومت کسی بھی وجہ سے قاتل کی سزائے موت معاف کر دے جیسا کہ موجودہ حکومت نے کیا ہے۔

سزائے موت کے خاتمے کا ایک اہم محرک توہین رسالت کی سزا (موت) کو غیر موثر کرنا ہے۔ آئین کی دفعہ 295-C کے تحت توہین رسالت کی سزا موت ہے۔ ہمارے حکمرانوں نے اس سزا کو براہ راست ختم کرنے کی بجائے یہ راستہ اختیار کیا کہ سزائے موت ہی کو ختم کر دیا

جائے۔ حالانکہ یہ حدودِ شرعی کے خلاف کھلی بغاوت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نظامِ زندگی کو چیلنج کرنے کی ناپاک جسارت ہے۔ اسلام کی نظر میں جو شخص کسی کو ناحق قتل کرتا ہے، وہ پوری انسانیت کا قاتل ہے سورۃ المائدہ میں ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾

(آیت:32)

”جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔“

لہٰذا تمام انسانیت کے دشمنوں کو کیسے معاف کیا جا سکتا ہے۔

قصاص لینے کے سلسلے میں قرآن حکیم میں اگرچہ بڑی تاکید ہے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا: ﴿کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ﴾ ”تمہارے لیے (قتل کے مقدموں میں) قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔“ لیکن اس کے ساتھ ساتھ دیت کی جو آپشن دی گئی، وہ دراصل اللہ کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔ (النساء:92) دیت کو تخفیف اور رحمت قرار دینے کی شاید وجہ یہ ہو کہ تورات میں دیت کا تذکرہ موجود نہ تھا بلکہ یہ تعلیم دی گئی تھی کہ ”اور تم اس قاتل سے جو واجب القتل ہو، دیت نہ لینا، بلکہ وہ ضرور ہی مارا جائے...... سو تم اس ملک کو جہاں تم رہو گے ناپاک نہ کرنا، کیونکہ خون ملک کو ناپاک کر دیتا ہے اور اس ملک کے لیے جس میں خون بہایا جائے، سوائے قاتل کے خون کے اور کسی چیز کا کفارہ نہیں لیا جا سکتا۔“ (عہد نامہ قدیم، گنتی، 31 اور 33)

حدیث نبوی ﷺ ہے:

”جس کا کوئی قتل ہو یا اسے کوئی زخم لگا ہو تو اسے تین صورتوں میں سے ایک صورت اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔ وہ ملزم کو معاف کر دے یا اس سے قصاص لے یا اس سے دیت لے کر صلح کر لے۔“ (سنن ابن ماجہ)

پس معلوم ہوا کہ قاتل کی سزا کی معافی کا اختیار ورثاء کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے۔ صرف مقتول کے ورثاء کے پاس عفو، دیت اور قصاص کا اختیار ہے۔ قصاص ہی میں انسانیت کی فلاح اور معاشرے کی بقاء ہے۔ اس کی تنسیخ دراصل انسان دشمنی کے ساتھ ساتھ خدا سے بغاوت ہے۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ سزائے موت کے ان مجرموں میں جن کی سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کیا گیا ہے، صرف قاتلین ہی نہیں تھے بلکہ ایسے بھی ہوں گے جو توہین رسالت کے مرتکب ہوئے ہوں۔

یورپی عورتیں اسلام کیوں قبول کر رہی ہیں؟

ایک چشم کشا رپورٹ

ثروت جمال اصمعی

دہشت گردی، انتہا پسندی اور خواتین کے حقوق وغیرہ کے حوالے سے تمام تر منفی پروپیگنڈے کے باوجود مغرب میں اسلام کی مقبولیت مسلسل بڑھ رہی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اسلام کو خواتین دشمن مذہب قرار دیے جانے کے سارے شور و غوغا کے باوجود مغرب کی عورتیں مردوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر اسلام قبول کر رہی ہیں۔ عالمی ذرائع ابلاغ میں وقتاً فوقتاً اس بارے میں خبریں اور تجزیے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ایسی میں ایک تجزیاتی رپورٹ کچھ عرصہ پہلے ممتاز امریکی جریدے کرسچین سائنس مانیٹر کے ایک ایڈیشن میں شامل کی گئی، جس کا عنوان ہے: ”وائی یورپین ویمن آر ٹرننگ ٹو اسلام؟“ پیٹر فورڈ کی مرتب کردہ اس رپورٹ کے مطابق ”مسلم اور غیر مسلم تحقیق کار دونوں کہتے ہیں کہ 9/11 کے بعد اسلام کے بارے میں ابھرنے والے تجسس کی بنا پر اسلام کا پیغام زیادہ سے زیادہ یورپی باشندوں کو اپیل کرنے کا باعث بن گیا ہے۔ متعین اعداد و شمار تو دستیاب نہیں مگر یورپ میں مسلمانوں کی آبادی پر نظر رکھنے والے مبصرین کا اندازہ ہے کہ ہر سال کئی ہزار مرد اور خواتین اسلام قبول کرتے ہیں۔ یہ محققین نشاندہی کرتے ہیں کہ مسلمان ہونے والوں میں سے بمشکل چند تشدد کا راستہ اپناتے ہیں۔ موقر امریکی جریدے کے اخذ کردہ یہ نتائج اس امر کا کھلا اعلان اور اعتراف ہیں کہ اسلام کو دہشت گردی کا مبلغ قرار دینا قطعی بددیانتی ہے اور اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

جریدے کے مطابق ”اگرچہ مردوں کے مقابلے میں قبولِ اسلام کا رجحان عورتوں میں زیادہ ہے لیکن ماہرین کا کہنا ہے کہ عام خیال کے برعکس اس کا سبب مسلمان مردوں سے شادی نہیں اور بہت کم ہی عورتیں اس بنا پر اسلام قبول کرتی ہیں۔“ قبولِ اسلام میں شادی کے کردار کے حوالے سے برمنگھم یونیورسٹی کی معلّمہ ڈاکٹر حنیفہ جواد کا کہنا ہے کہ ”ماضی میں اگرچہ یہ ایک عمومی سبب تھا مگر اب زیادہ تر عورتیں اپنے یقین کی بنیاد پر مسلمان ہو رہی ہیں۔“ مسلمان ہونے والی ہزاروں یورپی خواتین میں سے ایک فرانس کی مس میری فیلوٹ بھی ہے۔ وہ تین سال پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئی تھی۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ کیا اس کی محبت اس کے اس فیصلے کا سبب بنی ہے؟ تو اس نے ہنستے ہوئے کہا ”جب میں نے اپنے دفتر کے ساتھیوں کو بتایا کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں تو ان کا پہلا سوال یہی تھا کہ کیا تمہارا کوئی مسلمان بوائے فرینڈ ہے؟ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ فیصلہ میں نے اپنی آزاد مرضی سے کیا ہے۔“ مس فیلوٹ کے بقول اسلام کا راستہ اس نے اس لیے اپنایا ہے کیونکہ ”اسلام اللہ تعالیٰ سے انسان کی قربت چاہتا ہے۔ اسلام زیادہ سادہ اور مکمل ہے، زیادہ صاف اور واضح ہے، اس لیے زیادہ آسان بھی ہے۔“ اس نوعمر فرانسیسی نومسلمہ نے اپنے قبولِ اسلام کے اسباب کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا: ”مجھے زندگی بسر کرنے کے لیے ایک لائحہ عمل کی تلاش تھی۔ ہر انسان کو ایسے ضوابط اور رویوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کے مطابق وہ زندگی گزار سکے جبکہ عیسائیت مجھے ایسے ریفرنس پوائنٹس نہیں دے سکی۔“ میری فیلوٹ کا کہنا ہے کہ ”اسلام میرے لیے محبت، برداشت اور امن کا پیغام ہے۔“

ڈچ خواتین کے قبولِ اسلام پر ریسرچ کرنے والی کیرین وین نیووکرک کے نزدیک مغربی عورتوں میں اسلام کی مقبولیت کا بڑا سبب مردوں اور عورتوں کے الگ الگ دائرہ کار اور حقوق و فرائض کا وہ واضح تصور ہے جو اسلامی تعلیمات فراہم کرتی ہیں

پیٹر فورڈ محققین کے حوالے سے کہتے ہیں کہ وہ دلائل اور اسباب جو اسلام قبول کرنے والی بیشتر یورپی خواتین کے اندازِ فکر کی عکاسی کرتے ہیں، ان کے مطابق عورتوں کی ایک بڑی تعداد مغربی معاشرے کی اخلاقی غیر یقینی اور غیر ذمہ دارانہ رویوں کے خلاف ردِ عمل کا اظہار کر رہی ہے۔ باہمی وابستگی و تعلق، ایک دوسرے کا خیال رکھنے اور ایک دوسرے کے معاملات اور مسائل میں شرکت کا جو شعور اسلام دیتا ہے، وہ مغرب کی عورتوں کے دل جیت رہا ہے۔ ڈچ خواتین کے قبول اسلام پر ریسرچ کرنے والی کیرین وین نیوو کرک کے نزدیک مغربی عورتوں میں اسلام کی مقبولیت کا بڑا سبب مردوں اور عورتوں کے الگ الگ دائرہ کار اور حقوق و فرائض کا وہ واضح تصور ہے جو اسلامی تعلیمات فراہم کرتی ہیں۔ اسلام میں خاندان اور عورت کے مادرانہ کردار کا بڑا مقام ہے، یہاں عورتیں جنسی کھلونا نہیں ہوتیں۔" یہ رائے یقیناً بڑی اہمیت کی حامل اور انتہائی قابلِ توجہ ہے کیونکہ اسلام عورتوں کو ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے جو عزت و احترام دیتا ہے مغربی معاشروں میں اس کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اس جنس زدہ تہذیب میں عورتوں کے حقوق اور آزادیٔ نسواں کے تمام دعووں کے باوجود عورت محض مردوں کا کھلونا ہے۔ مادہ پرست معاشروں میں ایسا ہونا بالکل فطری ہے۔ جب روحانی زندگی اور آخرت کی کامیابی کا اعلیٰ نصب العین انسان کے پیشِ نظر ہی نہ رہے اور اس کی ساری تگ و دو کا مقصد صرف حصولِ لذت ہو تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نکل ہی نہیں سکتا۔ مسلم اور غیر مسلم معاشرے کے رویوں کے اس فرق کو واضح کرتے ہوئے نیوجرسی میں رہنے والی لاطینی امریکن نومسلمہ جیسمین پائی نیٹ کہتی ہے "مسلمان مرد آپ کو ہائے بیبی، تم کیسی ہو؟" کے الفاظ سے مخاطب نہیں کرتے بلکہ عام طور پر "ہیلو سسٹر" کہتے ہیں۔ وہ آپ کو جنسی کھلونا سمجھ کر نہیں گھورتے۔" کرسچین سائنس مانیٹر کی ایک اور رپورٹ جو 27 دسمبر 2004ء کو "لاطینی امریکی اسلام میں اپنے سوالوں کا جواب ڈھونڈتے ہیں" کے عنوان سے شائع ہوئی تھی، اسی حوالے سے ہے۔ کرسٹائن آرمیریو کی مرتب کردہ اس رپورٹ کا بنیادی موضوع ہی یہ ہے کہ مغرب میں قبول اسلام کے روز افزوں رجحان کا ایک اہم سبب وہ احترام ہے جو اسلام عورت کو عطا کرتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق امریکہ میں تقریباً چالیس ہزار لاطینی امریکی نومسلم ہیں جبکہ ہر سال تقریباً بیس ہزار امریکی مرد و خواتین اسلام قبول کرتے ہیں جن میں کم و بیش چھ فیصد لاطینی امریکی ہوتے ہیں۔ ان نومسلموں میں سے ایک بڑی تعداد کا کہنا ہے کہ ان کے قبول اسلام میں اس یقین و اعتماد نے اہم کردار ادا کیا ہے کہ اسلام میں عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کیا جاتا ہے۔ تنقید کرنے والے کہہ سکتے ہیں کہ نقاب کی پابندی عورتوں کے ملکیت ہونے کی علامت محسوس ہوتی ہے لیکن لاطینی خواتین کا کہنا ہے کہ ان کے لیے یہ ایک خوشگوار حقیقت ہے کہ جب وہ راستے میں ہوتی ہیں تو کوئی انہیں دیکھ کر سیٹی نہیں بجاتا۔ جینی یانیز، جو ہزاروں لاطینی نومسلم خواتین میں شامل ہے، کہتی ہے کہ اسلامی لباس کے نتیجے میں "لوگ فطری طور پر مجھے ایک مذہبی شخصیت کا سا اعزاز دیتے اور احترام کرتے ہیں۔" تاہم مغرب کی بے خدا تہذیب اور معاشرے سے بغاوت کا یہ عمل اپنے ساتھ مشکلات بھی لاتا ہے۔ حلقہ بگوش اسلام ہونے والی خواتین کو اپنے والدین اور عزیزوں کی طرف سے مزاحمت کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ نومسلم خواتین کے نزدیک اس کا سبب اسلام میں خواتین کے مقام کے بارے میں پھیلائی گئی غلط فہمیاں ہیں۔ زیرِ نظر رپورٹ کے مطابق مسلمان ہو جانے والی کئی لاطینی امریکی خواتین نے بتایا کہ پہلے وہ اسلام میں عورتوں کے حقوق کے حوالے سے انہی گھسی پٹی باتوں سے واقف تھیں جو مغرب میں عام ہیں۔ لیکن جب مسلمانوں سے ان کا میل جول ہوا تو انہیں پتہ چلا کہ اسلامی معاشرے میں عورت کا مرتبہ کتنا بلند ہے۔ مس پائی نیٹ کے بقول "اسلامی معاشرے میں عورت کا احترام اس لیے کیا جاتا ہے کہ وہ ماں ہے، وہ بچوں کی پرورش و نگہداشت کرتی ہے اور اصول و ضوابط پر عمل کرتی ہے۔"

> مغرب کے جدید ترین معاشرے کی عورتیں جن اسباب سے اسلام کو اپنے لیے ایک نعمت اور رحمت سمجھ رہی ہیں، کتنی بے عقلی کی بات ہے کہ مسلمان ملکوں میں مغرب کے ذہنی غلام اسلام کی انہی تعلیمات کو عورتوں کی پسماندگی کا باعث قرار دیتے ہیں

مغرب کے جدید ترین معاشرے کی عورتیں جن اسباب سے اسلام کو اپنے لیے ایک نعمت اور رحمت سمجھ رہی ہیں، کتنی بے عقلی کی بات ہے کہ مسلمان ملکوں میں مغرب کے ذہنی غلام اسلام کی انہی تعلیمات کو عورتوں کی پسماندگی کا باعث قرار دیتے ہیں اور مغرب کی احمقانہ نقالی کرتے ہوئے عورتوں کو گھروں سے نکال کر سڑکوں پر لے آنے، انہیں نیم عریاں لباس پہنا دینے، ان کے فیشن شو منعقد کرانے اور انہیں گلی کوچوں کی زینت بنا دینے ہی کو ترقی کی معراج باور کراتے ہیں۔ تاہم آزادیٔ نسواں کے نام پر مغربی تہذیب نے عورت کو جو سراب دکھایا تھا، اس کی حقیقت اب پوری طرح کھل چکی ہے۔ اس لیے اب مسلم دنیا کی عورتوں کو بھی اس فریب کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ اسلام نے انہیں حقیقی عزت اور احترام کا جو مقام عطا کیا ہے، اس کی قدر کرنی چاہیے اور مغرب کی اندھی تقلید کے بجائے ان حقوق کے حصول کی جدوجہد کرنی چاہیے جو اسلام نے انہیں دیے ہیں۔

❁❁ضرورت رشتہ ❁❁

☆ لڑکی، عمر 24 سال، تعلیم ایم اے (چائلڈ اینڈ ڈویلپمنٹ)، یوسف زئی پٹھان کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ اور برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 042-6863707

☆ لاہور میں رہائش پذیر لڑکی، عمر 26 سال، تعلیم ایم اے، بی ایڈ کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرِ روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0302-4304729

☆ ملتان میں مقیم دو بہنوں، عمر بالترتیب 26 سال اور 22 سال، تعلیم ایم اے پارٹ I اور ایم اے پارٹ II کی طالبات، باپردہ صوم و صلوٰۃ کی پابند کے لیے تعلیم یافتہ برسرِ روزگار نوجوانوں کے رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ:
0300-6304574 0322-6187858

☆ مغل پٹھان فیملی کو اپنی ڈاکٹر بیٹی، عمر 26 سال صوم و صلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، دراز قد، ڈاکٹر کا رشتہ درکار ہے۔
ذات پات کی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 042-7832240

نام	ڈاکٹر عافیہ صدیقی
تاریخ پیدائش	2مارچ 1972ء
مقام	کراچی (پاکستان)
قد	پانچ فٹ چار انچ
وزن	110 پاؤنڈ
بال	براؤن

کیا وہ عافیہ صدیقی ہے؟

عرفان صدیقی

برطانوی خاتون صحافی ریڈلی نے جب ہفتہ بھر پہلے خبر دی کہ امریکیوں کے زیر کمان، افغانستان میں بگرام کے ہوائی اڈے پر قائم، عقوبت خانے میں ایک پاکستانی خاتون گزشتہ چار سال سے بند ہے تو میرے دل پہ ایک خنجر سا چلا۔ اسلام آباد میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اس نے کہا......بگرام کے بندی خانے میں وہ تنہا خاتون ہے۔ اسے شدید تشدد کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ رات کے پچھلے پہر جب اس کی دردناک چیخیں بلند ہوتی ہیں تو قیدیوں کے دل دہل جاتے ہیں۔ وہ بگرام کے عقوبت خانے کا بھوت بن چکی ہے۔ ایسا کبھی کسی مغربی خاتون کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ وہ یقیناً کوئی پاکستانی خاتون ہے۔ پاکستان کو اس کا پتہ چلانا چاہیے۔

مجھے یوں لگا جیسے کسی نے میرا دل چیر کر ایک دہکتا انگارہ اس کے اندر رکھ دیا ہو۔ میرا ذہن کوئی پندرہ سال پیچھے پلٹ گیا جب پریوں جیسے چہرے والی ایک خوبرو لڑکی، جس کی شکل میری بیٹی سے بہت ملتی تھی، سر پہ اسکارف لپیٹے ادب و احترام کی تصویر بنی میرے سامنے بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ پاکیزگی کے نور میں گندھا تھا اور اس کی آنکھیں مشرقی حیا کے تقدس سے جھلک رہی تھیں۔ تب وہ امریکہ کی بوسٹن یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھی اور غالباً مذاہب کے تقابلی جائزے پر ایک مقالہ لکھ رہی تھی۔ اس کی ماں عصمت صدیقی نے ایک دوست کے توسط سے اسے رہنمائی کے لیے میرے پاس بھیجا تھا۔ وہ بلا کی ذہین، علم کی طلب اور جستجو کی تڑپ رکھنے والی لڑکی تھی۔ اس عمر میں بھی وہ آزادانہ تجزیے اور جانچ پرکھ کا قرینہ سیکھ چکی تھی۔ میری اس سے تین چار ملاقاتیں ہوئیں اور وہ اپنی یونیورسٹی لوٹ گئی۔ اس کی والدہ کراچی میں تھیں جن کے ذریعے اس کی خیر خبر ملتی رہتی تھی۔ بوسٹن یونیورسٹی اور میساچوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (MIT) کے ہر مرحلہ تعلیم میں اس نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ امتیازی اعزاز کے ساتھ نیورولوجی میں ڈاکٹریٹ کیا۔ اس کی ہر کامیابی پر اس کی والدہ مجھے فون کرتیں اور ہر بار ایک جملہ ضرور کہتیں "عافیہ آپ کو سلام کہہ رہی تھی۔"

> امریکیوں کی قید میں پڑی عافیہ اور طالبان کی قیدی بننے والی ریڈلی کی کہانیاں بتا رہی ہیں کہ دراصل دہشت گرد، اجڈ، گنوار، بے ڈھب، انتہا پسند، خونخوار اور آدم خور کون ہے

پھر امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے والے پاکستانی ڈاکٹر امجد خان سے اس کی شادی ہوگئی۔ وہ وہیں کہیں ملازمت کرنے لگی۔ بچے ہوئے اور پھر امریکہ کی مصروف زندگی نے اسے نگل لیا۔ نائن الیون کے بعد وہ پاکستان آئی۔ پھر امریکہ چلی گئی۔ 2003ء میں پھر آئی۔ اس دوران کوئی روک ٹوک نہ ہوئی۔ پھر یکا یک ایف بی آئی پر انکشاف ہوا کہ عافیہ تو القاعدہ کی بہت بڑی آپریٹر ہے۔ الزامات کا طومار باندھا گیا۔ اسے باضابطہ "مطلوب دہشت گرد" قرار دے دیا گیا۔ اس کی تصویر مبینہ دہشت گردوں کی البم میں سجادی گئی۔ اس تصویر کے چہرے پر بھی فرشتوں کے پروں جیسا اجلا پن کھلا ہے اور اس کی آنکھوں میں عفت مآب بیٹی جیسی پاکیزگی کے دیے جل رہے ہیں۔ اس نے اسی طرح سفید رنگ اسکارف لپیٹ رکھا ہے جیسا وہ نوعمری میں لیا کرتی تھی۔ یوں لگتا جیسے اتنے ڈھیر سارے مردوں کے ہجوم میں اس کی تصویر بھی حیا کی حدت سے سلگ رہی ہے۔ تفصیل کے خانے میں لکھا ہے۔

> اگر قیدی نمبر 650 عافیہ ہی ہے تو یہ بھی اچھا ہوا کہ وہ ذہنی توازن کھو بیٹھی۔ ورنہ وہ ہمیں خط لکھ بھیجتی تو ہم کیا کرتے؟ اسے کیسے بتاتے کہ ہم نے تو خود ڈالروں کے عوض بردہ فروشی کی ہے اور گوانتانامو کا چڑیا گھر بسایا ہے؟

یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اس کے سر کی کتنی قیمت لگائی گئی تھی۔ یقیناً بہت بھاری ہوگی کہ فرعونوں کے سامنے پورے قد کے ساتھ کھڑے ہونے والوں کے سر بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔ کوڑیوں کے مول تو وہ کھوپڑیاں ملتی ہیں جو جابروں کی دہلیز پر سجدہ ریز ہوتی ہیں۔

عافیہ 2003ء میں پاکستان آئی۔ 30 مارچ، کو جب پھول کھلنے کی رت جوبن پر تھی، وہ اپنے پھول سے بچوں کے ہمراہ اپنی ماں کے گھر سے ایک ٹیکسی پر سوار ہوئی۔ اسے اپنے چچا سے ملنے اسلام آباد آنا تھا اور وہ کراچی ریلوے اسٹیشن سے ٹرین پکڑنا چاہتی تھی۔ گھر سے اسٹیشن تک کے دوران وہ لاپتہ ہوگئی۔ چند دن بعد ایک پر اسرار شخص چمڑے کی جیکٹ پہنے، سر پر سرخ ہیلمٹ رکھے، موٹر سائیکل پر سوار آیا۔ اس نے عافیہ کی غمزدہ ماں سے کہا، "گھبرانے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ عافیہ بچوں سمیت محفوظ ہے۔ اگر آپ اپنی بیٹی اور نواسوں کی صورت دیکھنا چاہتی ہیں تو اپنی زبان بند رکھیں اور اس بات کو مسئلہ نہ بنائیں۔" ماں نے زبان تو بند رکھی لیکن وہ اس بے کلی کا کیا کرتی جس نے اسے دہکتے الاؤ میں جھونک دیا تھا۔ وہ بیٹی کو ڈھونڈنے امریکہ جا پہنچی اور تیس کروڑ انسانوں کے سمندر میں اپنے جگر کا ننھا منا سا ٹکڑا تلاش کرنے لگی۔ عافیہ کو ملنا تھا، نہ ملی۔ ماں گھر لوٹ آئی اور انتظار کا دیا جلا کر دہلیز پر بیٹھ گئی۔ میں نے جب بھی فون کیا، وہ بولی "تمہیں کیا بتاؤں؟...... کچھ پتہ نہیں چل رہا...... جانے وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے۔ اس کے بچے کہاں ہیں......؟" پھر اس کی آواز گہرے پانیوں میں ڈوب جاتی اور کافی دیر بعد ابھرتی ہے۔ اب کے اس کی

گفتگو میں لفظ کم اور سسکیاں زیادہ ہوتی ہیں اور جب وہ اپنے ناتواں جسم کی ساری توانائیاں سمیٹ کر تقریباً چیختے ہوئے کہتی ہے...... "پتہ نہیں وہ زندہ بھی ہے یا نہیں......" تو میرا ہاتھ کپکپانے لگتا ہے اور میں ریسیور کریڈل پر رکھ دیتا ہوں۔

جس دن عافیہ اسلام آباد آنے کے لیے گھر سے نکلی، تینوں بچے اس کے ساتھ تھے۔ ایک کی عمر سات سال، ایک کی پانچ سال اور ایک کی صرف چھ ماہ تھی۔ معلوم نہیں یہ بچے اب کہاں اور کس کے پاس ہیں۔ کیا خبر وہ بھی گلابی گالوں شہابی آنکھوں اور سنہری بالوں والی افغان بچیوں کی طرح امریکی بازاروں میں نیلام ہو چکے ہوں؟ 2003ء میں ہی عافیہ کی بہن فوزیہ کو وزیر داخلہ فیصل صالح حیات نے بتایا تھا کہ آپ کی بہن ٹھیک ٹھاک ہے اور بہت جلد گھر پہنچ جائے گی۔ اب کوئی کچھ بتانے والا نہیں۔ 2005ء میں بگرام جیل سے فرار ہونے والے چار قیدیوں نے ایک ٹیلی ویژن چینل کو بتایا تھا کہ ہم اکثر کسی عورت کی اندوہناک چیخیں سنتے تھے جیسے اسے سخت اذیت دی جا رہی ہو لیکن ہم نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ حقوق انسانی کی معروف تنظیم ایشین ہیومن رائٹس ایسوسی ایشن نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ بگرام عقوبت خانے کی قیدی نمبر 650، ممکنہ طور پر ڈاکٹر عافیہ صدیقی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ بے پناہ اذیتوں کے باعث خاتون ذہنی توازن کھو چکی ہے اور بیشتر وقت چیخ و پکار کرتی رہتی ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کا کہنا ہے کہ اسے مسلسل جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

میں نے ابھی ابھی عافیہ کی ماں کو فون کرنے کی کوشش کی۔ کئی گھنٹیوں بعد کسی نے فون اٹھایا لیکن کسی بات سے پہلے ہی بند ہو گیا۔ میں نے دوبارہ کوشش کرنا چاہی تو خود میرا فون خاموش ہو چکا تھا۔ میں نے پرانی ڈائری سے عافی کی بہن ڈاکٹر فوزیہ کا موبائل نمبر نکالا اور فون کیا...... سیل پر نعت رسول ﷺ کے اشعار چل رہے تھے:

فاصلوں کو تکلف ہے ہم سے اگر
ہم بھی بے بس نہیں، بے سہارا نہیں

کسی نے فون نہ سنا۔ کسی سے میری بات نہ ہو سکی۔ اچھا ہی ہوا، ورنہ میں کیا پوچھتا اور کیا بتاتا؟

اگر قیدی نمبر 650 عافیہ ہی ہے تو یہ بھی اچھا ہوا کہ وہ ذہنی توازن کھو بیٹھی۔ ورنہ وہ ابو غریب جیل والی فاطمہ کی طرح ہمیں خط لکھ بھیجتی تو ہم کیا کرتے؟ اسے کیسے سمجھاتے کہ بیٹی! ہم تو خود "وار آن ٹیرر" کے دست و بازو ہیں؟ اسے کیونکر بتاتے کہ ہم نے خود، ماؤں کے لخت جگر کئی کئی سالوں سے غائب کر رکھے ہیں؟ اسے کیسے بتاتے کہ ہم نے تو خود ڈالروں کے عوض بردہ فروشی کی ہے اور گوانتاناموں کا چڑیا گھر بسایا ہے؟ اسے کس طرح سمجھاتے کہ جس دیو کے خلاف وہ ہماری مدد چاہتی ہے، ہم تو خود اس کے غلام ہیں؟ اسے کیونکر باور کراتے کہ ہمارے وزیر اعظم کے دورۂ امریکہ کی کامیابی کے لیے اس ایشو پر مٹی ڈالنا وسیع تر قومی مفاد میں ہے؟ اسے کیونکر یقین دلاتے کہ ہم سوا کروڑ، راکھ کا ڈھیر ہیں اور وہ کسی چنگاری کی آرزو میں اس راکھ کو نہ کریدے؟

> **اگر عافیہ واقعی ذہنی توازن کھو چکی ہے تو ہم سوا کروڑ پاکستانیوں کو کوئی خطرہ نہیں۔ وہ محمد بن قاسم والی کہانی بھی بھول چکی ہوگی، لیکن اگر روز محشر اس نے نبی کریم ﷺ اور صدیق اکبرؓ کے روبرو ہماری شکایت کر دی تو ہمارا کیا ہوگا؟**

بگرام جیل میں عافیہ کی موجودگی کی خبر دینے والی برطانوی صحافی ریڈلی بھی ایک بار طالبان کی قید میں چلی گئی تھی۔ اپنی کتاب میں گیارہ روزہ قید کی روداد لکھتے ہوئے وہ بتاتی ہے کہ "طالبان اسے بہن سمجھتے تھے۔ اسے پہلے کھانا کھلانے کے بعد خود کھاتے تھے۔ ان کی خواتین اس کے کپڑے دھوتی تھیں......" ریڈلی طالبان کے سلوک سے متاثر ہو کر مسلمان ہو چکی ہے۔ امریکیوں کی قید میں پڑی عافیہ اور طالبان کی قیدی بننے والی ریڈلی کی کہانیاں بتا رہی ہیں کہ دراصل دہشت گرد، اجڈ، گنوار، بے ڈھب، انتہا پسند، خونخوار اور آدم خور کون ہے۔

اگر عافیہ واقعی ذہنی توازن کھو چکی ہے تو ہم سوا کروڑ پاکستانیوں کو کوئی خطرہ نہیں۔ اسے کچھ یاد نہیں ہوگا۔ وہ محمد بن قاسم والی کہانی بھی بھول چکی ہوگی لیکن عافیہ کا شجرہ نسب تو محمد عربی ﷺ کے رفیق خاص سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے جا ملتا ہے۔ اگر روز محشر اس نے نبی کریم ﷺ اور صدیق اکبرؓ کے روبرو ہماری شکایت کر دی تو ہمارا کیا ہوگا؟

(بشکریہ روزنامہ "جنگ")

بقیہ: ذمہ دار کون؟ عوام یا لیڈر

حلیف دستر خوانی ٹولے، یا عوامی ٹولے (پیپلز پارٹی) کا جو بھی بدترین حشر ہو، اصل مسئلہ یہ ہے کہ اُن کی مفاد پرستانہ پالیسیوں کے نتیجے میں ساری افتاد عوام پر پڑتی ہے۔ نقصان ملک کا ہوتا ہے۔ اس میں بے چارے عوام کا کیا قصور؟

حالت جنگ میں تو قوم کا لیڈر اس کا مورال بلند کرنے کے لیے بہت کچھ کہتا ہے اور کرتا ہے لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ چاہے ہمارے وزیر اعظم ہوں یا وزیر دفاع' ان کے بیانات سے تو قوم کا مورال پست ہو رہا ہے۔ اب تو ایک مایوس کن صورتحال وکلاء کے لیڈر بھی پیدا کر رہے ہیں۔ عوام نے چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کا ساتھ دے کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ اس شخصیت کی پشت پر کھڑے ہونے میں اعزاز محسوس کرتے ہیں، جو ان کے مفادات کا نگران بن کر ابھرے۔ لہٰذا ایسی صورتحال میں جب کہ یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ ہمارے سیاستدان لوگوں کو سڑکوں پر لانے میں اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود کامیاب نہ ہو سکے۔ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کے "کارناموں" نے یہ انہونی بھی شدنی بنادی۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وکلاء تحریک کے قدم بھی بتدریج اکھڑ رہے ہیں اور ان کے لیڈر اور صدر سپریم کورٹ بار کونسل اعتزاز حسن کو بھی ان کے ساتھی شوکاز نوٹس جاری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قوم کی اس آخری امید کو ناامیدی میں بدلنے سے بچائے۔

تو قارئین! لیڈران قوم کے "کارناموں" کے باوجود اگر کوئی اپنے اس موقف پر قائم ہو کہ ملک کی بگڑتی ہوئی صورتحال کے کلی ذمہ دار عوام ہیں تو اسے اس کا حق حاصل ہے لیکن ہمیں اس سے اتفاق نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ عوام کو بھی اس ساری صورتحال میں بالکل بے قصور قرار نہیں دیا جا سکتا۔

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ سرحد جنوبی اسرہ نوشہرہ کے مبتدی رفیق محمد آصف کے والد بیمار ہیں

اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقائے تنظیم اسلامی سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے

دعائے مغفرت کی اپیل

○ حلقہ سرحد جنوبی اُسرہ نوشہرہ کینٹ کے مبتدی رفیق محمد ابو مومن کی نانی اور مبتدی رفیق محمد سعید قریشی کے تایا بقضائے الٰہی وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقائے تنظیم اسلامی اور قارئین ندائے خلافت سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

تنظیم اسلامی چشتیاں کے زیر اہتمام ماہانہ شب بیداری

12 جولائی ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب تنظیم اسلامی چشتیاں (حلقہ بہاولنگر) کے زیر اہتمام ماہانہ شب بیداری منعقد ہوئی۔ پروگرام کا آغاز نماز مغرب کے بعد ہوا۔ قبل ازیں مرکز حلقہ سے تین ساتھی مسجد گلزار حبیب مسلم ٹاؤن چشتیاں پہنچ گئے۔ سب سے پہلے امیر حلقہ محمد منیر احمد نے درس قرآن دیا۔ انہوں نے سورۃ البیّنہ کی روشنی میں واضح کیا کہ صرف قرآن ہی بھی وحی نہیں ہے بلکہ حدیث کی شکل میں بھی وحی (خفی) موجود ہے۔ انہوں نے اِس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ موجودہ دور میں سنت کے حوالے سے شکوک و شبہات پیدا کیے جا رہے ہیں، حالانکہ سنتِ رسول ﷺ امت کو جوڑنے والی شے ہے۔ اگر سنت کا انکار کر دیا جائے تو پھر ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق قرآن کی تفسیر بیان کرے گا۔ اُن کا درس سوا گھنٹہ جاری رہا۔ نماز عشاء کے بعد راقم نے ”فضیلت کی شناعت“ کے حوالے سے درس حدیث دیا۔ کھانے کے آداب بھی راقم نے بیان کیے۔ کھانے کے وقفہ کے بعد بھائی ابرار اشرف نے سیرت صحابہؓ کے حوالے سے حضرت سعد بن معاذؓ کے حالات زندگی بیان کیے۔ بعد ازاں راقم نے سونے کے آداب کی وضاحت کی۔ اس کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔ رات کے آخری پہر نماز تہجد کے لیے رفقاء و احباب کو بیدار کیا گیا۔ نماز تہجد سے فراغت کے بعد سیرت نبوی ﷺ پر مذاکرہ ہوا۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن پر یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ شب بیداری کے اس پروگرام میں 5 رفقاء اور 8 احباب نے شرکت کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(مرتب: محمد رضوان عزمی)

حلقہ لاہور میں نئے شامل ہونے والے رفقاء سے تعارفی نشست

حلقہ لاہور میں نئے شامل ہونے والے رفقاء سے امیر حلقہ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ کی تعارفی نشست 13 جولائی 2008ء بروز اتوار صبح 11 بجے قرآن اکیڈمی لاہور میں ہوئی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد تجمل حسن میر نے ملٹی میڈیا کی مدد تنظیم اسلامی کے Logo کا تعارف کرایا، نیز رفقاء کی درجہ بندی، رجسٹریشن نمبر کی تفصیلات بیان کیں، اور حلقہ لاہور میں مقامی تنظیم اور منفرد اسرہ جات کا تعارف اور نقشہ کی مدد سے ان کی جغرافیائی حدود اور پھر پورے پاکستان میں موجود تنظیم اسلامی کے حلقہ جات کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد انہوں نے ذاتی احتسابی یادداشت کی تفصیلات سے رفقاء کو آگاہ کیا اور بتایا کہ یہ یادداشت کس طرح ان کے تزکیہ نفس میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

اس پروگرام کے بعد باہمی تعارف کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے امیر حلقہ نے اپنا تعارف کرایا اور پھر رفقاء نے باری باری نام، تعلیم، پیشہ، رہائش، تنظیم میں شامل کب ہوئے اور تعارف کیسے ہوا، کے عنوانات کے تحت اپنا تعارف کرایا۔ یہ پروگرام کافی دلچسپ رہا۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے ملٹی میڈیا کی مدد سے تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید صاحب کا تفصیلی تعارف کرایا۔ بعد ازاں انہوں نے قول و قرار کی اہمیت سے رفقاء کو آگاہ کیا۔ انہوں نے رفقاء کو ہدایت کی وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے اس قول و اقرار کو پورا کرنے کی توفیق اور تیسیر طلب کرتے رہیں۔ انہوں نے مرکزی ٹیم کا تعارف بھی کرایا اور تنظیم اسلامی میں جاری مشاورتی نظام سے بھی رفقاء کو آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ اپنے معاملات باہمی مشورے سے طے کیا کریں۔ اس مشورے کے لئے تنظیم اسلامی میں مختلف سطحوں پر مشاورت کے مختلف فورم موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے رفقاء

کے سوالات کے جوابات دیئے۔ اور آخر میں ملٹی میڈیا کی مدد سے دینی فرائض کے جامع تصور پر گفتگو کی۔ کھانے کے بعد اس پروگرام کا اختتام ہوا۔

(مرتب: محمد یونس)

تنظیم اسلامی پشاور غربی کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام

تنظیم اسلامی پشاور غربی کی دوسری شب بیداری 4 جولائی 2008ء کو تنظیم کے دفتر (واقع رہائش گاہ محترم اشفاق احمد میر) میں منعقد ہوئی۔ یہ شب بیداری بعد از نماز عصر شروع ہوئی اور رات گئے تک جاری رہی۔ اس اجتماع میں سوائے دو رفقاء کے تمام رفقاء نے شرکت کی۔ مقامی امیر محمد سعید نے اجتماع کا آغاز تمہیدی کلمات سے کیا اور قواعدِ تجوید پر لیکچر دیا اور لحن جلی و لحن خفی کی وضاحت کی۔ اس درس کے لئے انہوں نے کتاب ”معلم تجوید“ کا سہارا لیا۔ اجتماع کی دوسری کلاس میں سورۃ العلق کی تجویدی قواعد کے ساتھ تلاوت کی گئی۔ تیسری کلاس میں محمد سعید نے سورۃ البقرہ کی رکوع نمبر 2 اور 3 کی ترجمہ و ترجمانی کی۔ چوتھی کلاس درس حدیث کی تھی۔ اِس میں ”مقام حدیث قرآن کی روشنی میں“ کے عنوان پر محترم ڈاکٹر محمد اقبال صافی نے درس دیا۔ اجتماع کی پانچویں کلاس میں منتخب نصاب نمبر 2 کا پانچواں حصہ بذریعہ ویڈیو دکھایا گیا۔ رات ساڑھے گیارہ بجے مسنون دُعا کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(مرتب: حیدر علی)

تنظیم اسلامی کراچی جنوبی کا ماہانہ تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی کراچی جنوبی کا ماہانہ تربیتی اجتماع بصورت شب بیداری ہفتہ کی شب ساڑھے نو بجے سے اتوار کی صبح دس بجے تک جاری رہا۔ تربیتی اجتماع کا موضوع ”اعراض عن الحق اور اس کے نتائج“ تھا۔ اجتماع کی نظامت کی ذمہ داری محمد علی مجید کی تھی اور خدمت کمیٹی کے فرائض محمد عدنان اور شاہد حفیظ نے انجام دیئے۔ پروگرام کا آغاز عمر رضا نے تذکیر بالقرآن کے حوالے سے سورۃ الکہف کے ابتدائی سات رکوعوں کا خلاصہ بیان کرنے سے کیا۔ اس کے بعد نماز عشاء کا وقفہ ہوا۔ بعد نمازِ عشاء سید احمد کامران نے ”حزب اللہ کی ہیئت ترکیبی اور تنظیمی اساس“ کے موضوع پر لیکچر دیا۔ اس کے بعد ناظم اجتماع نے نئے رفقاء کا تعارف کروایا۔ اس کے بعد کوئز پروگرام ہوا، جس کے سوال و جواب ذیشان طاہر نے بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب ”حب رسول ﷺ اور اس کے تقاضے“ میں سے ترتیب دیئے تھے۔

رفقاء کو صبح ساڑھے چار بجے تہجد کے لیے جگایا گیا۔ فجر سے پہلے بلال انور نے ”سیرت صحابہؓ“ کے ضمن میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حالات و واقعات بیان کر کے رفقاء میں جذبہٴ ایمانی کو بڑھانے کی عمدہ کوشش کی۔ نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد علی رضا نے ”دوزخ کا عذاب“ کے موضوع پر درسِ حدیث دیا۔ اس کے بعد جناب مفتی طاہر عبداللہ صدیقی نے عام مسائل کے ضمن میں سوالات کے جوابات دیئے۔ محمد علی مجید نے معاشرتی برائیوں پر مذاکرہ کرایا۔ یہ مذاکرہ رشوت، مخلوط محافل، بینک کی ملازمت، ٹی وی کے نقصانات اور گانا بجانا وغیرہ سے متعلق تھا۔ سوا سات بجے ناشتے کے لیے وقفہ کیا گیا۔ ناشتے کے بعد محمد ولی نے ”جھگڑے کیوں؟“ کے موضوع پر بیان کیا۔ ایک دوسرے مذاکرے کا پروگرام رضی احمد خان نے مرتب کیا۔ مذاکرے کا موضوع ”حزب اللہ کی ہیئت ترکیبی اور تنظیمی اساس“ تھا۔ انہوں نے رفقاء سے سوال و جواب کے انداز میں یہ مذاکرہ کروایا۔ ہر جواب کے بعد بذریعہ ویڈیو کلپ محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی وضاحت پیش کی گئی۔ آخر میں امیر کراچی جنوبی جناب عبداللطیف عقیلی نے اختتامی خطاب کیا۔

(رپورٹ: سید احمد کامران)

تنظیم اسلامی شاہ فیصل / ملیر کے زیر اہتمام شب بیداری

تنظیم اسلامی شاہ فیصل / ملیر کے زیر اہتمام 12 اور 13 جولائی کی درمیانی شب قرآن

مرکز شاہ فیصل ائیر میں شب بیداری کا پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز پونے گیارہ بجے منتخب نصاب نمبر 2 کے درس اوّل کے دوسرے حصے (سورۃ الصف 9 تا 12) پر مذاکرے سے ہوا۔ مذاکرے کی نظامت کے فرائض جناب ذوالفقار الحسن نے انجام دیے۔ انہوں نے رفقاء اور احباب پروگرام میں بھرپور طور پر شریک رکھا۔ مذاکرے کے اختتام پر اعجاز لطیف نے سیرت النبی ﷺ میں سے ماہِ رجب کی مناسبت سے سفرِ معراج کا واقعہ بیان کیا۔ اسی پروگرام کے دوسرے حصے میں سیرت صحابہؓ میں سے صحابیہ حضرت اُمّ عمارہؓ کی شجاعت اور بہادری کا واقعہ بیان کیا گیا۔ سوا بارہ بجے پہلی نشست کا اختتام ہوا۔ اس کے بعد رفقاء و احباب کو آرام کا وقفہ دیا گیا۔ صبح سوا چار بجے رفقاء کو نماز تہجد کے لیے بیدار کیا گیا۔ نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد نماز فجر سے پہلے جناب ذوالفقار الحسن نے تزکیہ نفس کی حقیقت اور اہمیت آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں بیان کی۔ نماز فجر کے بعد اسرہ سعود آباد کے نقیب محمد حسین نے درسِ قرآن دیا۔ درسِ حدیث کی سعادت راشد حسین شاہ نے حاصل کی۔ ناشتے کے بعد "نظام العمل" کے دوسرے حصے پر کوئز پروگرام کیا گیا۔ کوئز کے بعد نقباء سے اُن کی اسرہ جاتی سرگرمیوں، بالخصوص تحریکِ دعوت کے حوالے سے جائزہ لیا گیا۔ آخر میں مقامی امیر تنظیم نے اہم اعلانات کیے۔ شب بیداری پروگرام کا اختتام پونے دس بجے ہوا۔ (مرتب: سید محمد سلیمان)

انجمن خدام القرآن جھنگ کے زیرِ اہتمام 25 روزہ فہم قرآن کورس

انجمن خدام القرآن جھنگ کے زیرِ اہتمام اِس سال کا پہلا پچیس روزہ فہم قرآن و سنت کورس "سوئے حرم لے چل" 4 جون سے شروع ہوا۔ اس میں بارہ رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ اکثر حضرات کا تعلق پنجاب کے مختلف شہروں سے تھا۔ شرکاء لاہور، گجرات، میانوالی، جہلم، وہاڑی، ملتان، بہاولنگر اور جھنگ سے احباب تشریف لائے۔

روزانہ پرانے وقت کے مطابق صبح 8 تا 1 بجے کلاس ہوتی۔ ظہر تا عصر وقفہ، عصر تا مغرب ویڈیو پروگرام، مغرب تا عشاء تعارف، سوال و جواب اور تقاریر کے موضوعات پر تیاری کا پروگرام منعقد ہوتا۔ ہر نماز کے بعد احادیث کی تعلیم اور دعاؤں کے یاد کرنے کی ترغیب دی جاتی۔

کورس کی تدریس انجینئر مختار حسین فاروقی، پروفیسر خلیل الرحمٰن، مفتی عطاء الرحمٰن نے فرمائی۔ روزانہ ناشتہ، کھانا اور دیگر سہولیات انجمن کی طرف سے مفت فراہم کی گئیں۔ کورس میں منتخب مقاماتِ قرآن، کلام اقبال، تاریخ اسلام، عربی گرامر، اور منتخب احادیث کے لیکچرز ہوئے۔ شام کے اوقات میں ویڈیو پروگرام یا شرکاء کورس کے لیے تربیتی نشست منعقد ہوتی رہی۔ اختتام پر تحریری امتحان ہوا۔ دورانِ کورس تعطیلات ختم کر کے اِس کورس کو 26 جون کو مکمل کیا گیا۔ اِس سلسلہ میں اختتامی تقریب منعقد ہوئی، جس کے مہمان خصوصی ممتاز دانشور اور کالم نگار میجر (ر) فتح محمد تھے۔ آپ نے اِس پروگرام اور فاروقی صاحب کی کاوش کو سراہا۔ اس موقع پر لئیق الرحمٰن (شیخوپورہ)، عبدالعزیز (لاہور)، محمد سلمان (ملتان) ساجد سہیل (جہلم) اور ساجد حنیف (جھنگ) نے اپنے اپنے تاثرات بیان کیے۔ مہمانِ مکرم میجر (ر) فتح محمد نے اسناد تقسیم کیں۔

رانا صبغت اللہ، عبدالحمید کھوکھر، غلام شبیر اور ممتاز احمد نے اس کورس کے انعقاد میں اہم کردار ادا کیا۔ دعا ہے کہ شرکاء کورس رجوع الی القرآن کا درد دلوں میں لے کر اپنے اپنے علاقوں میں دعوتِ دین کا کام کریں اور اپنے علم کو مزید بڑھانے کے لیے کوشش جاری رکھیں۔ (آمین)

(مرتب: سیکرٹری انجمن خدام القرآن جھنگ)

تنظیم اسلامی وسطی کراچی کے تحت شب بیداری

شب بیداری کا یہ پروگرام 12 جولائی کی شب ساڑھے نو بجے قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں رفیقِ تنظیم منصور روفی کے درسِ قرآن سے شروع ہوا۔ انہوں نے نیکی کا جامع تصور آیۃ البر کی روشنی میں بیان کیا۔ بعدازاں نمازِ عشاء اور کھانے کا وقفہ ہوا۔ اس کے بعد رفقاء کی آپس میں ملاقات اور حالاتِ حاضرہ پر مختصر نشست ہوئی، رات ساڑھے گیارہ بجے یہ نشست اختتام پذیر ہوئی۔ اور رفقاء کو آرام کا وقفہ دیا گیا۔ رات کے آخری پہر رفقاء کو تہجد کے لئے بیدار کیا گیا۔ رفقاء نے انفرادی عبادت کی۔ نماز فجر اور ناشتہ سے فراغت کے بعد ناظم رابطہ جلال الدین اکبر نے سورۃ العنکبوت کی ابتدائی 6 آیات پر پُراثر درس دیا، جس میں فتنہ اور آزمائش کے فلسفہ کی وضاحت کی۔ اس کے بعد مقامی ناظم تنظیم عمر بن عبدالعزیز نے قرآن مجید کے حقوق پر مذاکرہ کرایا، جس میں رفقاء نے بہت دلچسپی لی۔ اس کے بعد انہوں نے نظام العمل سے اُسرہ اور نظامِ اُسرہ کے حوالے سے گفتگو کی اور یہ گفتگو بھی مذاکرہ ہی کی شکل اختیار کر گئی۔ اس میں مختلف نقباء سے اُن کے اُسرہ کی حالت اور رفقاء کے ساتھ اُن کے تعلقات کو بھی زیرِ بحث لایا گیا۔ یہ پروگرام دن گیارہ بجے اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں 20 رفقاء نے شرکت کی۔

(مرتب: نصیب خان)

قرآن کا پیغام | خلافت کا قیام

تنظیم اسلامی کی پیش کش

امیر تنظیم اسلامی حافظ **عاکف سعید** صاحب

یا دیگر مرکزی ذمہ داران تنظیم کا

مرکزی خطابِ جمعہ

جو بالعموم تذکیر بالقرآن، حالاتِ حاضرہ پر تبصرے اور آئندہ کے لائحہ عمل پر مشتمل ہوتا ہے

اب آپ ہر ہفتے اپنی جگہ پر سُن سکتے ہیں

جن شہروں میں کوئیر سروس موجود ہے وہاں بذریعہ کوئیر بصورت دیگر ڈاک کے ذریعے اس خطاب کا کیسٹ اگلے ہی دن یعنی ہفتے کے روز آپ کے پتے پر ارسال کر دیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

ممبر بنیں اور استفادہ کریں

سالانہ ممبر شپ فیس۔ 750 روپے (TDK کیسٹ)

مرکز تنظیم اسلامی میں نقد، منی آرڈر یا پے آرڈر/ڈرافٹ کے ذریعے رقم جمع کروائیں اور رسید حاصل کریں

نوٹ: یہی خطاب جمعہ بذریعہ Internet ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org سے براہِ راست یا Download کر کے بھی سنا جاسکتا ہے۔

تنظیم اسلامی
67/A علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور

مزید معلومات کے لئے درج ذیل نمبر پر رابطہ کیا جاسکتا ہے
فون نمبر 6316638/6366638 فیکس: 6271241
Email:markaz@tanzeem.org
websit:www.tanzeem.org

بوسنیا کا ”قصاب“ گرفتار

بوسنیا اور ہرزیگووینا میں ہزاروں مسلمانوں کا قاتل آخر گیارہ برس زیرزمین رہنے کے بعد گرفتار کر لیا گیا۔ وہ داڑھی مونچھیں اگا کر بلغراد میں ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ خیال ہے کہ اُسے سربیائی حکومت نے گرفتار کرایا ہے تا کہ یورپی یونین میں سربیا کی شمولیت کے امکانات روشن ہو سکیں۔ مبینہ طور پر یورپی یونین نے یہ شرط عائد کر رکھی تھی کہ پہلے سربیا مسلمانوں کے قاتل اور بوسنیائی سربوں کے رہنما رودوان کاراڈچ کو گرفتار کرے۔ رودوان کاراڈچ فی الوقت بلغراد پولیس کی حراست میں ہے لیکن جلد ہی اُسے ہیگ (ہالینڈ) منتقل کر دیا جائے گا، جہاں اس پر اقوام متحدہ کی جنگی جرائم کی عدالت میں مقدمہ چلے گا۔

کاراڈچ کے خلاف مقدمات کی دستاویز قتل و غارت، بے حرمتی، لوٹ مار اور تشدد کی خوفناک دستاویز ہے۔ بوسنیائی سربوں کا یہ رہنما سربیا کے جلاد صدر سولوبودان مائیلوسیوچ کے ساتھ مل کر بوسنیا و ہرزیگووینا کا الحاق سربیا کے ساتھ کرنا چاہتا تھا۔ یہ مقصد پانے کے لیے دونوں نے بوسنیا میں آباد مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا، تا کہ ان کی آبادی زیادہ سے زیادہ کم ہو سکے۔ نیز انہوں نے بوسنیائی مسلمانوں کو معاشرتی، سیاسی، معاشی اور اخلاقی طور پر تباہ کرنے کے لیے ہر ممکن اقدام کیا۔

کاراڈچ پر دو بڑے الزامات ہیں۔ اوّل یہ کہ 1995ء میں اس کے حکم پر بوسنیائی سربوں نے سربرینکا شہر میں آٹھ ہزار مسلمان شہید کر دیے۔ ان شہداء کی اجتماعی قبریں وقتاً فوقتاً دریافت ہوتی اور لواحقین کے زخم تازہ کرتی رہتی ہیں۔ اس قصاب پر دوسرا الزام یہ ہے کہ اس کی فوج نے 43 ماہ تک بوسنیا کے دارالحکومت، سراجیوو کا محاصرہ کیے رکھا۔ اس دوران سربوں کے حملوں اور بھوک پیاس کی وجہ سے گیارہ ہزار مسلمان شہید ہو گئے۔ کاراڈچ کے احکامات پر سربوں نے وسیع پیمانے پر مسلمان خواتین کی بے حرمتی بھی کی۔

1995ء میں جب ڈیٹسن معاہدے کے ذریعے امن معاہدہ ہوا اور پھر 1996ء کے اوائل میں نیٹو فوج بوسنیا میں وارد ہوئی، تو کاراڈچ زیرزمین چلا گیا۔ چونکہ سربیا میں انتہا پسندوں کی حکومت تھی، لہٰذا ہزاروں مسلمانوں کا یہ قاتل چھپ کر بھی عیش و عشرت کی زندگی گزارنے لگا۔ لیکن یہ دیکھا گیا ہے کہ گھناؤنے جرائم میں ملوث انسان نما درندوں کو اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ عبرت کا نشانہ بنا دیتا ہے۔

امریکی فوج کا پاکستان میں خفیہ آپریشن

ایک امریکی اخبار کے مطابق امریکی فوج پاکستان میں خفیہ آپریشن کر رہی ہے۔ صدر پرویز مشرف اور وزیراعظم یوسف رضا گیلانی عوام کو ابھی تک صورتحال بتانے سے اجتناب برت رہے ہیں۔ اس آپریشن کے باوجود امریکہ ابھی تک اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اخبار نے ایک اعلیٰ امریکی عہدیدار کے حوالے سے رپورٹ دی ہے کہ امریکی خفیہ ایجنسیاں القاعدہ اور طالبان کے خلاف مسلسل مورچہ بندیوں سے اکتا کر مایوسی کا شکار ہو چکی ہیں۔ ایک طرف بش انتظامیہ (نام نہاد) دہشت گردی کے خلاف خطیر رقم خرچ کر رہی ہے اور دوسری طرف ابھی تک وہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکے۔ ممکن ہے امریکہ تنگ آ کر اس خطے کو اسی طرح چھوڑ دے اور اپنی افواج کو واپس بلا لے۔

امریکی اخبار کی یہ رپورٹ اگر صحیح ہے تو یہ پوری قوم کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ اس پر ہمارے حکمرانوں کو اپنی پوزیشن واضح کرنی چاہیے۔ جہاں تک طالبان کے خلاف یلغار کے معاملے میں مایوسی کی بات ہے، تو اس میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ طالبان جس جانفروشی سے طاغوتی طاقتوں کے خلاف جہاد کر رہے ہیں، اس سے صاف دکھائی دیتا ہے کہ آج نہیں تو کل جارح امریکہ کو افغانستان کی سرزمین سے سوویت یونین کی طرح رسوا ہو کر نکلنا ہوگا (ان شاء اللہ)

حامد کرزئی اور افیون کی تجارت

افغانستان کے صدر حامد کرزئی معمولی معاملے پر پاکستان کو رگیدنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے مگر حیرت ہے، انہیں یہی نہیں معلوم کہ ان کی عین ناک تلے منشیات فروشوں اور افیون کے بیوپاریوں نے کیا آفتیں مچا رکھی ہیں۔ طالبان دور حکومت میں افغانستان سے افیون کی کاشت تقریباً ختم ہو گئی تھی۔ لیکن مسٹر کرزئی کے آتے ہی افیون پھر وسیع پیمانے پر کاشت ہونے لگی اور اب دنیا کی 90 فیصد ہیروئن افغانستان میں پیدا ہوتی ہے۔

تھامس سیموپیچ عرصہ دراز تک کابل میں امریکی سفارت خانے میں اعلیٰ افسر رہا۔ اس کی ذمہ داری افغانستان میں افیون کی کاشت کی روک تھام تھی۔ آج کل وہ واشنگٹن یونیورسٹی سے بحیثیت وزیٹنگ پروفیسر وابستہ ہے۔ اس نے پچھلے دنوں دی نیویارک ٹائمز میں مضمون لکھ کر کئی انکشاف کیے ہیں۔ موصوف نے دعویٰ کیا ہے کہ افغانستان میں جو لوگ افیون کی کاشت اور ہیروئن کی تجارت میں ملوث ہیں، کرزئی حکومت انہیں مکمل طور پر تحفظ فراہم کر رہی ہے۔ ان لوگوں میں پولیس کے سربراہ، جج اور دیگر اعلیٰ افسر شامل ہیں۔ دراصل صدر کرزئی ان لوگوں پر اس لیے ہاتھ نہیں ڈالتے کہ یوں ان کی سیاسی حمایت سے محروم ہو جائیں گے۔ تھامس سموپیچ کا یہ بھی کہنا ہے کہ خود صدر کرزئی کا بھائی احمد ولی کرزئی منشیات کی تجارت میں ملوث ہے۔ ”گروہ اور دیگر سیاسی رہنما و اعلیٰ سرکاری عہدے دار اس طرح کام کر رہے ہیں کہ پیچھے اپنی مجرمانہ سرگرمیوں کا کوئی نشان نہیں چھوڑتے۔“

کونڈولیزا رائس کی گرفتاری پر انعام مقرر

پچھلے ہفتے امریکی وزیر خارجہ، کونڈولیزا رائس نے نیوزی لینڈ کا دورہ کیا، تو انہیں ایک انوکھے واقعے سے دوچار ہونا پڑا۔ ہوا یہ کہ آک لینڈ یونیورسٹی میں طلبہ ایسوسی ایشن نے اعلان کیا کہ جو طالب علم امریکی وزیر خارجہ کو گرفتار کر کے لائے گا، اُسے 5 ہزار نیوزی لینڈ ڈالر انعام میں دیے جائیں گے۔ یہ انعام دراصل امریکی وزیر خارجہ کے دورے کے موقع پر احتجاج کا انوکھا طریق کار تھا۔ ایسوسی ایشن کے صدر ڈیوڈ ہوکا کہنا ہے ”امریکہ عراق میں جو قیامت ڈھا رہا ہے اور اس نے قیدیوں کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک کیا ہے، اس پر ہم طلبہ و طالبات نے احتجاج کا یہ طریقہ اپنایا ہے جو محض علامتی ہے۔

ہمارے پاس 5000 سینٹری فیوج ہیں

ایرانی صدر، احمدی نژاد نے اعلان کیا ہے کہ ایران کے پاس 5000 سینٹری فیوج جمع ہو گئے ہیں۔ واضح رہے، یہ آلہ یورینیم کو افزودہ کرنے میں کام آتا ہے۔ افزودہ یورینیم پھر ایٹمی بجلی گھر میں بطور ایندھن استعمال ہوتا ہے یا پھر اس سے ایٹم بم بنتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر 3000 سینٹری فیوج طویل عرصہ بخوبی کام کرتے رہیں، تو ایک سال میں ایٹم بم بنانے کے قابل افزودہ یورینیم جمع ہو سکتا ہے۔

قبرص کے ادغام پر مذاکرات

یونانی قبرص کے صدر دیمتریس کرسٹوفیاس اور ترک قبرص کے سربراہ محمد علی آغا دونوں حصوں کے ادغام پر بات چیت کرنے کو تیار ہو گئے ہیں۔ یہ مذاکرات 3 ستمبر کو ہوں گے اور چار سال کی طویل مدت کے بعد یہ پہلا موقع ہوگا۔ یاد رہے، دونوں حصوں کے ادغام نہ ہونے سے یورپی یونین میں ترکی کو شامل ہونے میں رکاوٹ کا سامنا ہے۔

کا آغاز کر دیا۔ وہ تو خدا بھلا کرے شہباز شریف کا کہ اس نے ڈنڈے کے زور پر گندم کی سمگلنگ پر کسی قدر قابو پایا۔ پٹرولیم کی مصنوعات کی قیمتوں میں بے تکا اضافہ ہماری پرانی روایت ہے، لیکن یہ پہلے دیکھا سنا نہیں تھا کہ کوئی حکومتی عہدے دار کہے کہ CNG کے نئے نرخ اتنے ہوں گے اور کوئی عہدے دار کہے کہ نہیں اتنے ہوں گے۔ آج تک مختلف جگہوں پر مختلف ریٹ وصول کیا جا رہا ہے۔ تازہ ترین لطیفہ تو انتہائی دلچسپ ہے۔ زرداری صاحب ریموٹ کنٹرول وزیر اعظم کو یہ تحفہ دے کر امریکہ بھیجتے ہیں کہ دشمنانِ پاکستان کو کھٹکنے والی ISI کو وزارت داخلہ کے ماتحت کر دیا گیا ہے لیکن اس سے پہلے وزیر اعظم کا خصوصی جہاز واشنگٹن کی مقدس سرزمین کو چھوئے یہ نوٹیفکیشن واپس لینا پڑ گیا اور رات کے تین بجے وزارت اطلاعات کی طرف سے پریس کو اطلاع کی گئی کہ نوٹیفکیشن غلط فہمی کی بنیاد پر جاری ہو گیا تھا۔

اب کوئی جج بحال کرنے کا پوچھے تو کہا جاتا ہے کہ عوام کا مسئلہ مہنگائی ہے، کیا جج بحال کرنے سے مہنگائی ختم ہو جائے گی؟ سوال یہ ہے کہ کیا جج بحال نہ کر کے مہنگائی کو زنجیریں پہنا دی گئی ہیں؟ اکابرین فرماتے ہیں کہ مہنگائی عالمی مسئلہ ہے، اس کی وجوہات لوکل نہیں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ 12 فیصد شرح سود جو پاکستان میں دنیا بھر سے زیادہ تھی، اسے مزید بڑھا کر 13 فیصد کر دیا گیا ہے۔ کیا اسے مہنگائی کی انٹرنیشنل وجہ سمجھیں۔ وہ اتحاد و اتفاق کی فضا جو انتخابات کے فوری بعد قائم ہوئی تھی، حقیقت میں اس کی پور پور بکھر چکی ہے، لیکن اسے مصنوعی انداز میں قائم رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے، جو مزید مسائل پیدا کر رہی ہے۔ اب تک کی حکومتی کارکردگی پر یہی تبصرہ کیا جا سکتا ہے، اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی۔

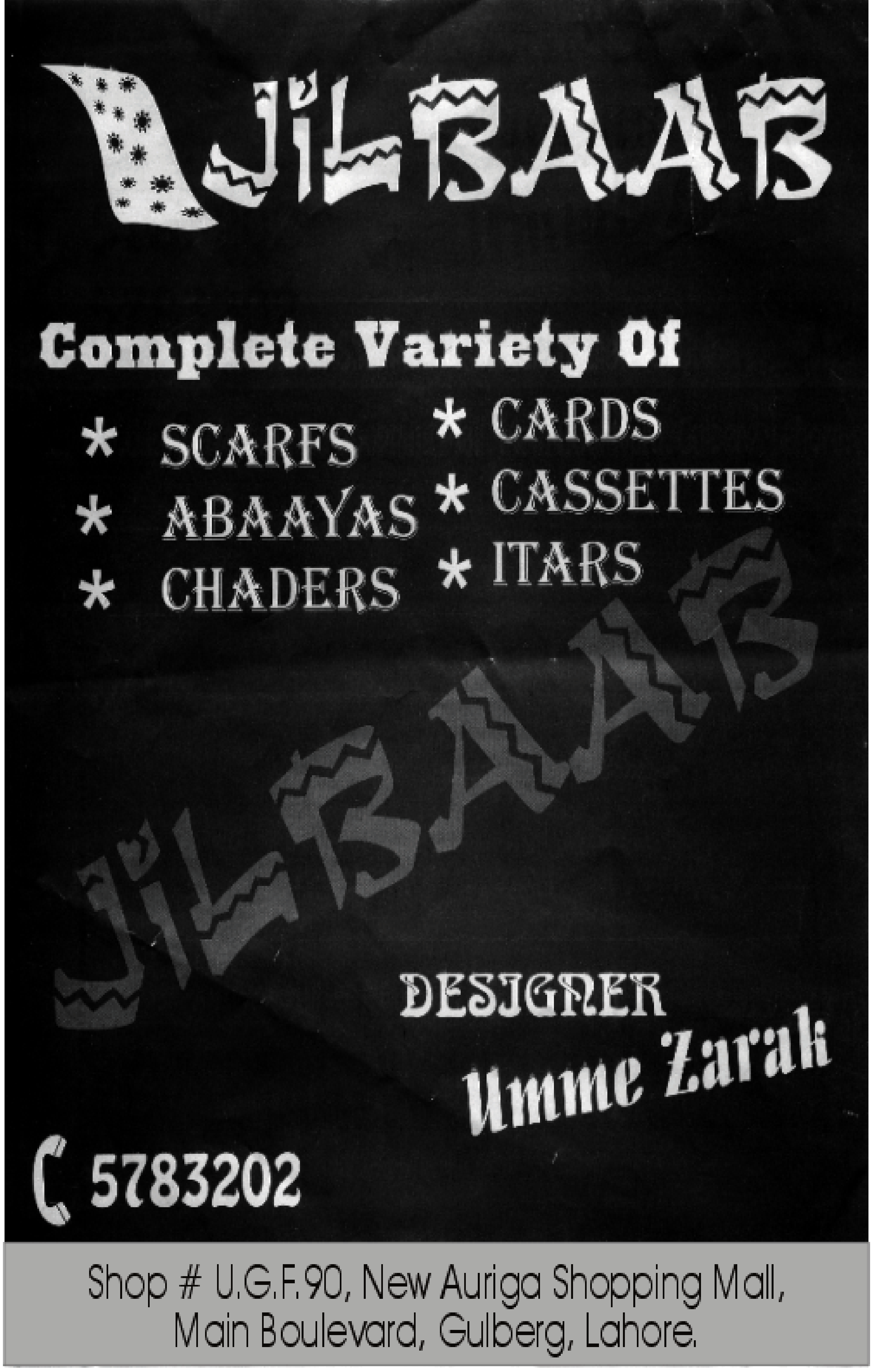

رفقاء متوجہ ہوں

انشاءاللہ 17 اگست بروز اتوار نمازِ عصر تا 23 اگست 2008ء نمازِ ظہر تک
مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور میں ہفت روزہ

مبتدی، ملتزم تربیت گاہ

کا آغاز ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت رابطہ: 0321-7061586 042-6316638-6366638

خوشخبری

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

دینی وعصری علوم کی منفرد دانش گاہ

کُلیّۃ القرآن (قرآن کالج)

امسال بورڈ/یونیورسٹی کی تعلیم کے ساتھ درس نظامی کی تعلیم کا آغاز بھی کیا جارہا ہے

قیام وطعام کی سہولت موجود ہے

191 اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔ فون: 5833637 (042)

علمِ دین اور فکرِ حاضر کے حسین امتزاج کی ایک منفرد کوشش

خصوصیات

- ☆ تجربہ کار، اعلیٰ تعلیم یافتہ مدرسین
- ☆ تعلیم وتربیت کا بہترین انتظام
- ☆ طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے بہترین مواقع
- ☆ علوم اسلامیہ کے ساتھ جدید علوم یعنی درس نظامی مع میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے
- ☆ اسباق وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ کے نصاب کے مطابق
- ☆ خوبصورت عمارت اور کلاس روم
- ☆ کمپیوٹر لیب
- ☆ بہترین اور مکمل لائبریری
- ☆ کانفرنس اور مذاکرہ ہال
- ☆ اسلامی اخلاقیات کی مکمل پابندی
- ☆ رہائش کے لیے بہترین ہوادار اور روشن کمرے
- ☆ قرآنی موضوعات پر فکری وعلمی رہنمائی
- ☆ خوراک حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق
- ☆ طلبہ کی تدریسی ضروریات پوری کرنے میں معاونت
- ☆ وقت کا مؤثر استعمال
- ☆ مواقع تفریح کی فراہمی

شرائط داخلہ

- ☆ دینی مدارس کے طلبہ درجہ اولیٰ کے لیے درجہ متوسطہ اور درجہ ثانیہ کے لیے درجہ اولیٰ پاس ہونا لازمی ہے۔ یا
- ☆ دیگر تعلیمی اداروں سے کم از کم مڈل
- ☆ اپنے علاقے کے عالم دین سے یا سابقہ مدرسہ سے تصدیق نامہ
- ☆ سرپرست کی طرف سے ضمانت نامہ
- ☆ ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیابی

مقامی و دیگر شہروں کے طلبہ کے لیے

درجہ اولیٰ اور ثانیہ (میٹرک)

میں نئے تعلیمی سال کے

داخلے جاری ہیں

معلومات داخلہ

- ☆ داخلے امسال شعبان سے لے کر 20 شوال تک جاری رہیں گے
- ☆ 21 شوال کو ٹیسٹ/انٹرویو ہوگا۔ ان شاءاللہ
- ☆ 22 شوال کو رزلٹ کا اعلان ہوگا،
- ☆ 25 شوال سے نئے اسباق کا آغاز ہوگا۔ ان شاءاللہ
- ☆ تفصیلی معلومات کے لیے ناظم کلیۃ القرآن/ناظم شعبہ تدریس قرآن اکیڈمی لاہور سے رابطہ کریں!

دیگر شہروں میں رابطہ مراکز:

- کراچی: قرآن اکیڈمی، DM-55 درخشاں، خیابان راحت، فیز 6، ڈیفنس کراچی فون: 3-5340022(021)
- پشاور: 18-A ناصر مینشن، شعبہ بازار، ریلوے روڈ نمبر 2۔ فون: 2214495 (091)
- ملتان: قرآن اکیڈمی، 25 آفیسرز کالونی فون وفیکس: 6520451(061)
- فیصل آباد: انجمن خدام القرآن، قرآن اکیڈمی روڈ، سعید کالونی نمبر 2۔ فون: 8520869(041)
- اسلام آباد: 31/1 فیض آباد ہاؤسنگ سکیم 4/8-1 فون: 4434438(051)

برائے رابطہ

ناظم کُلیّۃ القرآن (قرآن کالج)

191۔ اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔ 5833637(042)